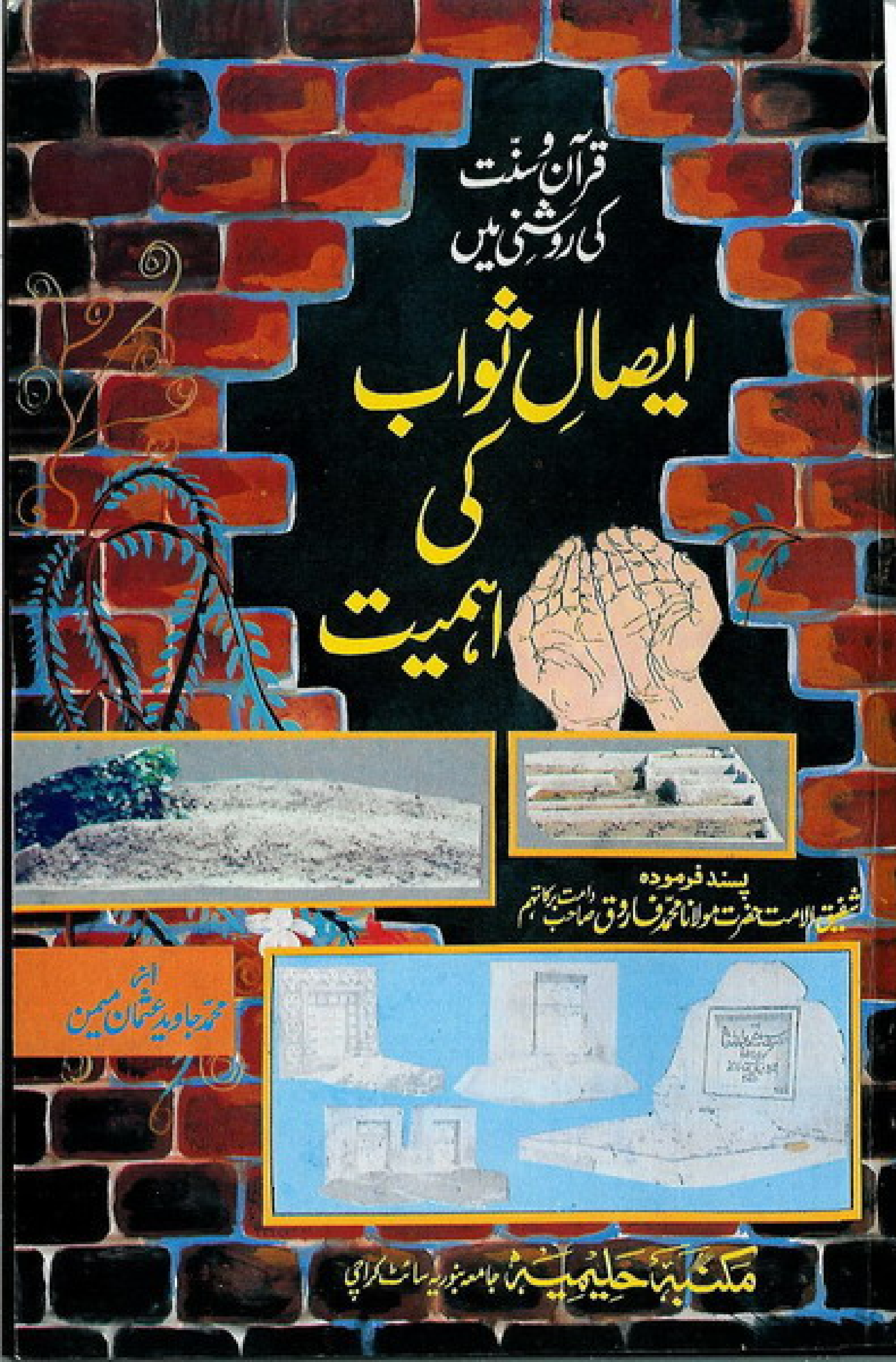

تصانیف

شفیق الامۃ حضرت مولانا **محمد فاروق** صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ مسیح الامت حضرت مولانا **محمد مسیح اللہ** صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

١. بہشتی ثمر مکمل (ترتیب جدید)
٢. خلاصہ شریعت وتصوف (انگریزی)
٣. ذکر مسیح الامت"
٤. مؤمن کے لیل ونہار
٥. افادات فاروقی
٦. ہماری نماز
٧. نظام اعتکاف
٨. نظام عرفات
٩. نظام زیارت
١٠. رہنمائے حجاج
١١. مواعظ اربعہ
١٢. طمانیت نفس
١٣. مقبول دعوات
١٤. معمولات نافعہ
١٥. مجلس ذکر
١٦. مسلم کامل
١٧. بدن صابر
١٨. استغفار اللہ کو پسند ہے
١٩. تواضع ام المحاسن ہے
٢٠. دار العلوم زکریا کے طلبہ سے گفتگو
٢١. سہ ماہی مجلہ "مسیح الامت انٹرنیشنل"

ملنے کا پتہ

مکتبہ النور پوسٹ بوکس : ١٣٠١٢۔ کراچی

قرآن و سنّت کی روشنی میں

ایصالِ ثواب کی اہمیّت

از
محمد جاوید عثمان میمن
خلیفہ مجاز
شفیق الامّت
حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ
سائٹ کراچی

حافظ عصر حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب غوریؒ

کلامِ مجذوب

دنیا سے اس طرح ہو رخصت غلام تیرا
ہو دل میں یاد تیری ہو لب پہ نام تیرا

ہر ماسوا سے غافل شوقِ لقا میں تیرے
ہو جان و دل سے حاضر سن کر پیام تیرا

ہے خوبیٔ دو عالم اک حُسنِ خاتمہ پر
کرنا سر اس مہم کا ادنیٰ ہے کام تیرا

رگ رگ میں تیرے دم ہو صدقِ یقین کے باعث
تیرے نبی کی وقعت اور احترام تیرا

منکر نکیر آکر دے جائیں یہ بشارت
تجھ کو رہے مبارک حسنِ ختام تیرا

رحمت سے بخش دینا میرے گناہ سارے
روزِ جزا نہ دیکھوں میں انتقام تیرا

ہوں ارذلِ خلائق اشرف کا واسطہ ہو
شافع ہو جو نبی ہے خیر الانام تیرا

اپنے کرم سے کرنا مجھ کو بھی ان میں شامل
جن پر عذاب یا رب ہوگا حرام تیرا

اوروں کے آگے رسوا کرنا نہ مجھ کو مولا
آگے تیرے خجل ہے عاصی غلام تیرا

دینا جگہ مجھے بھی بندوں میں خاص اپنے
جب منعقد ہو یا رب دربار عام تیرا

محشر میں ہو پہنچ کر اس تشنہ لب کو حاصل
تیرے نبی کے ہاتھوں کوثر کا جام تیرا

جنت میں چشمِ حیرت ہو شاد کام میری
جلوہ رہے میسر اس کو مدام تیرا

ہو جملہ انبیاء پر اصحاب و اولیاء پر
دائم صلوٰۃ تیری پیہم سلام تیرا

دونوں جہاں کا دکھڑا مجذوب رو چکا ہے
اب آگے فضل کرنا یا رب ہے کام تیرا

کشکول مجذوب صفحہ ۸۸، ۸۹

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

طباعت واشاعت کی عام اجازت ہے بشرطیکہ تصرف نہ کیا جائے

کتاب	←	قرآن وسنت کی روشنی میں ایصال ثواب کی اہمیت
تالیف	←	محمد جاوید عثمان میمن
طبع اول	←	محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
تعداد	←	۱۰۰۰
ناشر	←	مکتبہ الانور کراچی
قیمت	←	
رابطہ	←	محمد جاوید عثمان میمن، فون: ۴۹۴۳۱۶۰
مطبوعہ	←	ایجوکیشنل پریس، پاکستان چوک۔

ملنے کے پتے

- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- مکتبہ عمر فاروق، جامعہ فاروقیہ، کراچی
- ادارہ بیت القرآن، اردو بازار، کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
- مکتبہ تھانوی، اردو بازار، کراچی
- ادارہ اسلامیات، انار کلی، لاہور

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
تقریظ: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا نعیم امجد سلیمی صاحب مدظلہ	۵
تقریظ: محترم حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ	۷
تقریظ: مخدومی مکرمی حضرت مولانا عبدالکریم عابد صاحب مدظلہ	۹
حرف آغاز	۱۱
دعائے استغفار برائے اموات	۲۱
ایصال ثواب احادیث کی روشنی میں	۳۱
عبادات مالیہ کے ذریعے ایصال ثواب	۳۲
قربانی کے ذریعے ایصال ثواب	۳۶
ایصال ثواب میں قرآن کریم پڑھنے کا صحیح طریقہ	۴۲
ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانا	۴۳
ایصال ثواب کا ایک ادب	۴۴
حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا معمول مبارک	۴۴
ایصال ثواب بارواح اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ	۴۴
ایصال ثواب کرنے والے کو بھی پورا ثواب ملتا ہے	۴۵
ایصال ثواب کی تقسیم	۴۵
ایصال ثواب کے چند بنیادی اصول اور شرائط	۴۷
ایصال ثواب کے لئے مختلف رسموں اور صورتوں کا ایجاد	۴۸

صفحہ	عنوان
۴۹	❖ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کا فتویٰ
۴۹	❖ حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ بریلویؒ کا فتویٰ
۴۹	❖ بلا قیود ورسوم ایصال ثواب کرنا
۵۰	❖ فرض عبادات کے ذریعے ایصال ثواب
۵۰	❖ قبر پر جاکر ایصال ثواب کرنے کی مصلحتیں
۵۱	❖ قبر پر ایصال ثواب کے وقت کیا پڑھنا چاہئے
۵۲	❖ ایصال ثواب کے غلط طریقے
۵۲	❖ ایصال ثواب کے لئے قبرستان جانا
۵۲	❖ ایصال ثواب کے لئے قبرستان رات کے آخری حصے میں جانا افضل ہے
۵۳	❖ قبرستان پہنچ کر کیا کہا جائے
۵۳	❖ قبر کے پاس کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ
۵۴	❖ قبر پر کتبہ لگانا
۵۴	❖ قبر کے سرہانے آیات قرآنیہ لکھنا
۵۴	❖ قبر پر دعائے مغفرت کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا
۵۵	❖ قبروں پر پانی چھڑکنا
۵۵	❖ قبروں پر چراغ جلانا
۵۹	❖ اولیاء کرام کے مزاروں پر پھول، چادریں وغیرہ چڑھانا
۶۳	❖ مزارات اولیاءؒ پر حاضری اور اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ
۷۱	❖ مزارات اولیاء کرامؒ اور زیارت قبور کے لئے سفر
۷۶	❖ عورتوں کا قبرستان جانا
۸۱	❖ قبر پر اذان دینا

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا نعیم امجد سلیمی صاحب دامت برکاتہم

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد:

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾ (آل عمران: ۱۹)

"بلاشبہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔"

(بیان القرآن)

حضور نبی اکرم شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کا ارشاد گرامی ہے:

﴿بالسنة فان السنة تهدى الى الاطاعة و من اطاع الله ورسوله فقد رشد واهتدى واياكم والبدعة فان البدعة تهدى الى المعصية ومن يعص الله ورسوله فقد ضل وغوى﴾

"تم پر لازم ہے سُنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا، کہ سُنّت اطاعت کی طرف ہدایت کرتی ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے راہ راست پالی، اور وہ راہ یاب ہوگیا، اور دین اسلام میں نئی چیزیں داخل کرنے سے بچو، اس لئے کہ دین اسلام میں نئی چیز داخل کرنا بدعت ہے جو نافرمانی کی طرف لے جاتی ہے، اور

جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگیا اور (راہ حق سے) بھٹک گیا۔" (حدیث)

اسلام کے معنی ہیں گردن نہادن یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر پورا کرنا اسلام نے انسان کی پیدائش سے لے کر قبر تک کے تمام احکام بیان فرمادیے ہیں۔

اب اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہوگا تو قبول ہوگا ورنہ رد کردیا جائے گا۔

اسی طرح ایصال ثواب ہے مسلمان کے مرنے کے بعد اسے ثواب پہنچایا جائے اگر یہ ایصال ثواب (ثواب پہنچانا) سُنّت طریقہ سے ہوگا تو میت کے لئے فائدہ مند ہوگا، لیکن اگر خلاف سُنّت ہوگا تو میت کو اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

"محترم جاوید عثمان میمن صاحب" نے اس رسالہ میں اسی ایصال ثواب کے مسنون طریقوں اور اس کی بدعات کو مستند حوالوں سے واضح کیا ہے ماشاء اللہ رسالہ مختصر ہوتے ہوئے بھی بہت کارآمد ہے، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو ان کی برادری کے لئے خصوصاً اور عامۃ المسلمین کے لئے عموماً نفع کا ذریعہ بنائے، بندہ نے اس رسالہ کو پورا پڑھا ہے ماشاء اللہ رسالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اچھا ہے مؤلف موصوف نے کافی محنت اور درد سے کام کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مرتب صاحب کی اس محنت کو قبول فرماکر جمیع مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور مؤلف موصوف کے لئے اور احقر کے لئے دارین میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

محترم حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب دامت برکاتہم

مفتی ومدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۞

امابعد! جب کوئی شخص وفات پاجاتا ہے اور وہ اپنے مال و دولت، بیوی بچوں اور تمام عزیز و اقارب اور دوست و احباب کو چھوڑ کر تن تنہا تنگ و تاریک قبر میں پہنچ جاتا ہے تو اس وقت اس کے مال و دولت اور بیوی بچے کچھ کام نہیں دیتے بلکہ دنیا میں جو نیکیاں اس نے کمائیں وہی اس کو فائدہ دے گی البتہ اگر اس کے عزیز و اقارب اس کے لئے صدقہ و خیرات اور دیگر نفلی عبادات کرکے ایصال ثواب کریں تو اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچے گا۔

ایسے حالات میں میت کے لواحقین کے لئے میت کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی یہ ہی صورت ہے کہ میت کی روح کو راحت پہنچانے کی غرض سے حسب استطاعت، صدقہ و خیرات تلاوت و دیگر نفلی عبادات کرکے میت کے لئے بخشش اور اس میں سُنّت طریقہ کا اہتمام کیا جائے اور بدعات و رسومات سے اجتناب کیا جائے۔

بدعت ایسی بری چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کی اتنی مذمت بیان فرمائی کہ شاید کفر و شرک کے بعد کسی اور چیز کی اتنی برائی بیان نہیں فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعت کے علاوہ آدمی جو گناہ کرتا ہے تو اسے اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے کہ میں گناہ کررہا ہوں وہ شخص فوراً نہیں تو کبھی نہ کبھی نادم و پشیمان ہوتا

ہے اور توبہ کرلیتا ہے۔ لیکن بدعت ایسا منحوس گناہ ہے کہ اس کے کرنے والا اس کو غلطی نہیں سمجھتا بلکہ اچھائی اور نیکی سمجھ کر کرتا ہے۔ اور شیطان اس گناہ کو ایسا خوبصورت بناکر پیش کرتا ہے کہ اسے اپنی غلط کاریوں کا کبھی احساس نہیں ہوتا ہے اور مرتے دم تک توبہ سے محروم رہتا ہے۔

زیر نظر کتابچہ "قرآن و سُنّت کی روشنی میں ایصال ثواب کی اہمیت" جناب مولانا محمد جاوید عثمان میمن صاحب" نے ترتیب دی بندہ نے اس کا مطالعہ کیا موصوف نے اس میں ایصال ثواب کے مسنون طریقے اور معاشرہ میں پائی جانے والی بدعات اور رسومات کی نشاندہی کی، اللہ تعالیٰ موصوف کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کتاب کو نافع عام بنائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و الہ
وصحبہ اجمعین

[illegible]
محمد عبدالقادر
١١/٣/١٤٢٠ھ

مخدومی و محترمی حضرت مولانا عبدالکریم عابد صاحب دامت برکاتہم

ناظم نشرواشاعت جمعیت علماء اسلام پاکستان، صوبہ سندھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد:

محترم قارئین حضرات یہ دنیا فانی ہے اور اس کے بعد ایک اور دنیا ہے جس کو عرف میں آخرت کہا جاتا ہے اور آخرت کا دارومدار اس دنیا پر ہے اور اس دنیا سے ہر ایک کو جانا ہے اور ہر ایک کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے "کل نفس ذائقة الموت" جو شخص اس دنیا میں اچھے اعمال کرکے جائے گا اس کے اچھے نتائج ہوں گے اور اگر برے اعمال کرکے جائے گا تو برے نتائج ہوں گے۔

اور اسی طرح اگر کسی انسان نے اپنی اولاد کو نیک بنایا قرآن کریم پڑھایا اور کسی کو نیک اعمال پر ترغیب دے کر لگایا تو اس کو مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا اور اگر کسی کو برے اعمال پر لگایا تو گناہ ملتا رہے گا تو انسان کو چاہئے کہ اپنے اہل و عیال کو نیک بنائے اور دوسروں کو ترغیب دے کر نیک اعمال پر لگائے تاکہ مرنے کے بعد اس کو ثواب ملتا رہے اور اس کے لئے ایصال ثواب کرتے رہیں۔

جب انسان مرتا ہے تو اس کو موت کے بعد اس کی اولاد اور رشتہ دار ایصال ثواب کرتے ہیں۔ قرآن خوانی اور صدقہ وغیرہ کے ذریعہ تو مردے کو ثواب پہنچتا ہے لیکن اس ایصال ثواب کو آج مسلمانوں نے سنت کے بجائے رسم و رواج بنادیا

ہے۔ ہمارا دین اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ہر آن ہر گھڑی انسان کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ انسان رسم و رواج اور بدعات سے بچ سکے۔

"برادرم عزیزم مولانا محمد جاوید عثمان میمن صاحب" کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس مسئلے کو اس سنت والے عمل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک جگہ جمع فرمادیا ہے۔ بندہ نے بغور مطالعہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کو سب انسانوں کے لئے نافع بنادے، آمین ثم آمین۔

مہتمم جامعہ مدینہ اسلامیہ
بلاک نمبر ۷ گلشن اقبال، کراچی

بندہ عبدالکریم عابد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، ونشھدان سیدنا وسندنا وسند ربنا ونبینا ورسولنا وحبیبنا وحبیب ربنا وطبیبنا وطبیب قلوبنا وشفیعنا و وکیلنا وکفیلنا ومغیثنا وغیثنا وغیاثنا سیدنا ومولانا محمد النبی المبعوث وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرم الاولین والاخرین، نبی الحرمین امام القبلتین، سیدالکونین، وسیلتنا فی الدارین، صاحب قاب قوسین، وعلی الہ الطیبین الطاھرین وازواجہ الطاھرات امھات المومنین واصحابہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما۔

امابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن

الرحیم۔

اسلام ایک ایسا جامع اور کامل دین ہے کہ نہ اس میں کسی زیادتی کی گنجائش ہے اور نہ کمی کی اس کے کامل ہونے کی شہادت خود قرآن کریم نے ان الفاظ سے دی ہے:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾ (پارہ ۶ المائدہ آیت ۳)

"آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا"۔ (بیان القرآن)

اور جامع ہونے کا ثبوت "تبیانا لکل شئی" سے پیش فرمایا ہے جس میں اس دین کا جامع و کامل ہونا شہادت خداوندی سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جب دین علم وعمل کے مجموعہ کا نام ہے تو دین کے جامع و کامل ہونے کے معنی اس کے سوا دوسرے نہیں ہوسکتے کہ اس کا علم بھی جامع و کامل ہے اور اس کا عمل بھی جامع و کامل ہے الغرض یہ بات تو ساری دنیا جانتی ہے کہ دین کے علم کا اساسی سرچشمہ قرآن کریم ہے جس کا بیان حدیث شریف میں ہے:

﴿فیه نبا ما من قبلکم و خبر ما بعد کم وحکم ما بینکم﴾ (الحدیث)

اور عمل کا سرچشمہ اسوۂ حسنہ ہے جس کی حامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة﴾ (القرآن)

"بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی) میں نمونہ عمل موجود ہے"۔ (القرآن)

یہ دونوں باہم مطابق اور ایک دوسرے پر پورے پورے منطبق بھی ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

﴿وکان خلقه القران﴾

"اور آپ کا اخلاق قرآن کریم ہے"۔

لہٰذا جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جامع و کامل دین مل گیا تو اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی کرنا سراسر گمراہی ہے اسی کا نام بدعت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جس طرح بدعت اور اہل بدعت کی تردید فرمائی ہے شاید ہی کسی اور چیز کی ایسی تردید فرمائی ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ بدعت سے دین کا اصلی حلیہ اور نقشہ بدل جاتا ہے اور اصل و نقل اور حق و باطل میں کوئی تمیز نہیں رہتی اور قرآن کریم نے بانگ دہل اور واضح الفاظ میں اس امر کو بیان کیا ہے کہ دین کے مٹ جانے کے اصولی دو طریقے ہیں۔ ① کتمان حق اور ② تلبیس حق وباطل اور اسی اختلاط اور تلبیس کی وجہ سے دین الٰہی لوگوں کی خواہشات کا ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے جس کا جی چاہا کسی چیز کو اپنی مرضی سے دین بنادیا اور جس کا جی چاہا اس کو دین سے خارج کردیا تو جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بدعتی ہیں اور بدعتی لوگوں کے بارے میں احادیث میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صوما ولا صلوة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین﴾

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے اور نہ نماز نہ صدقہ قبول کرتا ہے اور نہ حج نہ عمرہ، نہ جہاد اور نہ کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے اور نہ نفلی، بدعتی اسلام سے ایسے خارج ہوجاتا ہے جیسے گوندے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے"۔ (ابن ماجہ شریف صفحہ ۶)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

﴿قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینۃ حرام ما بین غیر الی ثور فمن احدث فیھا حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل﴾

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ مقام غیر سے لے کر مقام ثور تک حرم ہے سو جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو نہ تو اس کی فرضی عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفلی"۔ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۱۰۸۴، مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۴۲، مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۳۸)

مشکوۃ شریف میں حدیث ہے:

﴿قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام﴾

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے

کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی تو اس نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد اور اعانت کی"۔

(شعب الایمان مرسلاً مشکوۃ جلد اول صفحہ ۳۴)

یہی وجہ تھی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بدعت اور اہل بدعت سے انتہائی نفرت تھی چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص کسی دوسرے شخص کا سلام لایا تو حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

﴿بلغنی انہ قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرا منی السلام﴾

"کہ مجھے سلام بھیجنے والے کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے اگر واقعی اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے تو میرا سلام اس کو نہ دینا"۔ (ترمذی جلد ۳ صفحہ ۳۸ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ مشکوۃ جلد اول صفحہ ۲۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

﴿قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ حجب التوبۃ عن کل صاحب بدعۃ﴾

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کردیا ہے"۔

(مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابی اللّٰہ ان یقبل

عمل صاحب بدعة حتی یدع بدعة﴾

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے تاوقتیکہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کرے"۔ (ابن ماجہ شریف صفحہ ۶)

﴿اما بعد فان خیر الهدی هدی محمد صلی الله علیه وسلم وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة﴾

"امابعد بہترین نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور وہ کام بُرے ہیں جو نئے نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۸۵، مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۷)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ھدیٰ اور سیرت کا بدعت سے تقابل کرکے یہ بات واضح کردی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور نمونہ کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا جائے گا وہ سب بدعت ہوگا اور ہر بدعت گمراہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا دین میں جو نئی بات ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہے نہ کہ دنیاوی امور میں، اس سے واضح ہوگیا کہ دنیاوی ایجادات بدعت نہیں کیونکہ یہ دین نہیں ہیں، مثلاً جہاز میں سفر کرنا یہ بدعت نہیں ہے کوئی بھی شخص ثواب سمجھ کر اس میں سوار نہیں ہوتا جو کتاب اللہ اور ھدیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو وہ بدعت کہلائے گی لہٰذا جو چیز کتاب و سنت کے اصول کے خلاف نہ ہوگی تو وہ بدعت و گمراہی نہ ہوگی گمراہی سے اللہ تعالیٰ کبھی بھی راضی نہیں ہوتا بلکہ گمراہی و برائی کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس دنیا میں بھیجا اور ان پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔

حضرت امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی

ہیں کہ:

﴿وکل ضلالة فی النار﴾

"اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے"۔

(نسائی شریف، جلد اول صفحہ ۱۷۹)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد﴾

"جس کسی نے ہمارے اس معاملے میں کوئی نئی بات نکالی وہ مردود ہوگی"۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۳۷۱، مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۷۷، ابوداؤد شریف جلد دوم صفحہ ۲۷۹)

حضرت حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ "فی امرنا ھذا" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

﴿کل من احدث فی الدین مالم یاذن به الله ورسوله فلیس من الدین فی شیء﴾

"جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

(جامع العلوم والحکم طبع مصر صفحہ ۴۲)

حضرت حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہر نئی چیز مردود نہیں بلکہ جو "احداث فی الدین" ہو وہ مردود ہے نیز لکھتے ہیں کہ اسی حدیث کے بعض الفاظ میں "فی امرنا ھذا" کی جگہ صریح طور پر دین کا لفظ آیا

ہے:

﴿فی بعض الفاظه من احدث فی دیننا مالیس منه فهو رد﴾

”اور اس حدیث کے بعض الفاظ میں ”فی دیننا“ کے الفاظ آئے ہیں یعنی جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز نکالی تو وہ مردود ہوگی“۔ (جامع العلوم والحکم صفحہ ۴۲)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

﴿قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة﴾

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی قوم نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی کہ اس کی مثل سنت اس قوم سے نہ اٹھائی گئی ہو پس سنت کو تھامے رہنے میں ہی خیر ہے بہ نسبت نئی نئی بدعات نکالنے کے“۔

(رواہ احمد، مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۳۱)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بدعت ایسی بُری چیز ہے کہ انسان کے دل میں فطری طور پر جو نورانیت اور صلاحیت ہوتی ہے بدعت اس کو بھی ختم کردیتی ہے اور اس کی نحوست کا یہ اثر ہوتا ہے کہ توبہ کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوتی اور عقلی طور پر یہ بات بالکل درست ہے اس لئے کہ جب بدعتی بدعت کو ثواب کا کام سمجھ کر کرتا ہے تو اس سے وہ توبہ کیوں کرے گا توبہ تو گناہوں اور جرائم پر کی جاتی ہے نہ کہ نیکیوں پر کیونکہ کوئی مسلمان نماز پڑھ کر اور روزہ رکھ کر یہ نہیں کہتا کہ اے اللہ! میری نماز اور روزہ سے توبہ لیکن بدعتی نے توبہ کا دروازہ اپنے اوپر اس وقت

سے بند کردیا ہے جس وقت سے اس نے بدعت کو کار ثواب سمجھا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدعت کو تمام کائنات کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے اور ان کی تعظیم و توقیر کرنے سے منع کیا ہے اور ان کی تمام عبادات کو بے کار فرمایا ہے تاوقتیکہ وہ اپنی بدعت سے باز نہ آجائیں۔

اس دور میں مروجہ بہت سی بدعات جہاں وجود میں آچکی ہیں وہاں پر عقیدہ ایصال ثواب کا مسئلہ بھی ہے۔ منکرین حدیث علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی نے ایصال ثواب کا انکار کیا ہے اور آیات قرآنی کے ذریعے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جس کا مختصر خلاصہ احقر نے اس رسالہ میں پیش کیا ہے۔

اہل سُنّت و الجماعت اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر ہمیشہ سے اتفاق رہا ہے کہ ایصال ثواب چاہے عبادات مالیہ کے ذریعے ہو یا عبادات بدنی کے ذریعے ہو ہر لحاظ سے ایصال ثواب کرنا چاہیئے، علاوہ ایصال ثواب جو قرآن و سُنّت سے ثابت ہے اس میں بہت سی بدعات شامل کردی گئی ہیں اس کی نشان دہی بھی اس رسالہ میں کردی گئی ہے جس سے بچنا ہر مسلمان مؤمن کے لئے ضروری ہے۔

اب آخر میں تمام قارئین، ناشرین، قائمین و معاونین سے خلوص دل سے درخواست ہے کہ وہ اس رسالہ کو پڑھتے ہوئے اپنی مقبول دعاؤں میں احقر کو ضرور یاد رکھیں، یہ محض آستانہ شفیق الامت حضرت اقدس عارف باللہ سیدی و مرشدی و محبوبی حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب سکھروی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم اور قلم کی کرامت اور قلب مبارکہ کی تاثیر اور فیض عام کے برکات ہیں جس نے بندے ناچیز کے دل و جان کو یہ شرف بخشا جس سے احقر ناآشنا تھا، چشم بصیرت کی ایک ادنیٰ جھلک حاصل ہونے کے بعد دل و زبان بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یہ سب کچھ میرے آقا سیدنا و مولانا شفیق الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک قدموں میں بیٹھنے کی برکتیں ہیں جس کے سبب آج احقر کی یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے اللہ تبارک

و تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے اور اس کا ثواب میرے محبوب شیخ شفیق الامت رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائے۔ (آمین ثم آمین)

ہم روک رہے ہیں بدعت سے
کوئی آئے ہماری بات سنے
یہ رستہ جنت جاتا ہے
کوئی ہے جو ہمارے ساتھ چلے

وباللہ التوفیق
خاک زیر نعلین شفیق الامت"
عاصی و خاطی محمد جاوید عثمان میمن
۲۰ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن و سُنّت کی روشنی میں ایصال ثواب کی اہمیت

دعائے استغفار برائے اموات

زندوں کی جن مساعی اور اعمال صالحہ سے مردوں کو نفع پہنچنا وثائق وغیرہ سے ثابت ہے اُن میں سے ایک "دعائے مغفرت واستغفار" ہے اس کا غیر مشکوک ثبوت قرآن کریم سے واضح طور پر ثابت ہے۔

﴿والذین جآء و من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم﴾

(پارہ ۲۸ سورۃ حشر رکوع ۴ آیت ۱۰)

"اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق (نرم) رحیم (مہربان) ہیں"۔ (بیان القرآن)

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "یقولون ربنا اغفرلنا" کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت میں حضرات سابقین جو دنیا سے وفات پاچکے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے"۔

(بیان القرآن)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ "یقولون ربنا اغفرلنا" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"جمہور اہلسنت والجماعت سلف و خلف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اجماع ہے کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اس کی دلیل یہ ہی آیت مبارکہ ہے"۔

اس کے علاوہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور مقامات پر بھی مختلف الفاظ میں یہ اصول واضح فرمایا ہے مثلاً ارشاد فرمایا ہے:

﴿والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنھم من عملھم من شئی کل امری بما کسب رھین ۞﴾ (پارہ ۲۷ سورۃ الطور آیت ۲۱)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کردیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہے گا"۔

(بیان القرآن)

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اذا دخل الرجل الجنة سال عن ابویه وزوجته وولده. فیقال انهم لم یبلغوا فی درجته فیقول یارب قدعملت لی ولهم فیؤمر بالحاقهم به ۞﴾

"جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کے متعلق سوال کرے گا (وہ کہاں ہیں) اس کو جواب دیا جائے گا کہ وہ تمہارے درجے کو نہیں پہنچے (اس لئے ان کا جنت میں مقام الگ ہے) یہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب! میں نے جو کچھ عمل کیا تھا وہ اپنے لئے اور ان سب کے لئے کیا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجہ میں جنت میں رکھا جائے۔ (یوں نہ سمجھا جائے کہ کافر اور مشرک بھی اس طریقے سے جنت میں چلے جائیں گے")۔

حضرت حافظ عماد الدین امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنت میں اس کے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا کردیں گے تو یہ بندہ سوال کرے گا کہ اے میرے رب مجھے یہ مقام اور درجہ کہاں سے مل گیا، (جب کہ میرا عمل تو اس قابل نہ تھا) تو جواب یہ دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد وغیرہ نے تمہارے لئے استغفار دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کیا تھا اس کا یہ ثواب ہے"۔

ان دو آیت کریمہ کے علاوہ بھی بے شمار آیات کریمہ ایصال ثواب، دعا واستغفار کرنے کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کی جاسکتی ہیں اور ان دو آیات کریمہ سے

تمام اہل ایمان کے لئے (خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ) دعا و استغفار اور ایصال ثواب کا ثبوت پیش کیا گیا جو کسی تقریر و تشریح کا محتاج نہیں۔ مسئلہ ایصال ثواب میں جمہور اکابرین اہلسنت والجماعت نے ہمیشہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کے علاوہ حضرات اکابرین امت سلف وخلف رحمہم اللہ تعالیٰ کے تعامل و آثار کو بھی دیکھا ہے۔ بعض لوگ قرآن کریم سے ایصال ثواب کی ثابت شدہ تمام صورتوں کی یہ فرما کر حد بندی کردیتے ہیں کہ ہم دعا و استغفار کے تو قائل ہیں لیکن اسی کے ساتھ ان کا خیال ہے کہ اس کا فائدہ صرف دعا یا استغفار کرنے والوں ہی کو ہوگا گویا ان کے نزدیک یہ دعا و استغفار، نماز یا تلاوت قرآن کریم یا ذکر اللہ، صدقہ، خیرات وغیرہ کی طرح ایک مستقل عبادت ہے جس کا ثواب اس کے کرنے والے کو ہی ملے گا اور جس کے لئے دعا یا مغفرت ورحمت کی التجا کی جائے گی اس سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ کیونکہ ایسے لوگ اپنی تائید میں قرآن کریم کی آیات کریمہ سے استدلال پیش کرتے ہیں۔

﴿انما تجزون ماکنتم تعملون۝﴾ (الطور آیت ۱۶)

اور

﴿وان لیس للانسان الا ماسعٰی۝﴾ (النجم آیت ۳۹)

امام المفسرین حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان آیات کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ دونوں آیات کریمہ ابتداء اسلام میں نازل ہوئی تھیں بعد میں منسوخ ہوگئی تھیں"۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اقرب التفاسیر یہ ہے کہ اصل مقصود عمل سے قرب ہے حق

تعالیٰ کا، اور وہ غیر کے عمل سے یا کسی کی برکت سے نہیں ہوتا اور موہوب ہونا (ہبہ کرنا) اور بات ہے تو یہ حصر اضافی ہے"۔
(بیان القرآن)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"ایک شخص کی دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچنا نصوص شرعیہ سے ثابت اور تمام امت کے نزدیک اجماعی مسئلہ (متفقہ فیصلہ) ہے"۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۱۹)

حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص حج اور خیرات کرنے کی نیت رکھتا ہو اور بغیر کئے مرجائے تو وہ توبہ کرنے والے کی طرح ہوجاتا ہے متعلقین کا اس کے لئے حج اور خیرات کرنا گویا ایسا ہی ہوجاتا ہے جیسے اس نے خود کیا ہو۔" (تفسیر مظہری جلد ۹ صفحہ ۱۹۰)

"انما تجزون ماکنتم تعملون۝" اور "وان لیس للانسان الا ماسعٰی۝" یہ دونوں آیات کریمہ بعد میں منسوخ ہوگئی تھیں لیکن منکرین ایصال ثواب اس آیت کریمہ کے تحت مغالطے میں مبتلا ہیں۔ جس کی وجہ سے نظریہ ایصال ثواب کے خلاف گویا نص قطعی سمجھتے ہیں۔

لیکن اگر سلامت فہم کے ساتھ معمولی غور وفکر سے کام لیا جائے تو یہ غلط فہمی اور مغالطہ دور ہوسکتا ہے، یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ "للانسان" پر جو "ل" ہے یہ ملکیت کے طور پر استعمال ہوا ہے یا انتفاع کے لئے؟ اگر ملکیت کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس صورت میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا "کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی" دوسروں کی محنت اور کمائی کا وہ مالک نہیں اور اس تعبیر وتشریح پر

اُمت میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں بلکہ یہ تعبیر و تشریح اور نظریہ ایصال ثواب کے جواز کی اصل بنیاد ہی اسی تعبیر و تشریح پر ہے کہ انسان چونکہ اپنی کوشش اور عمل کا مالک و مختار ہے، اس لئے اس کو حق ہے کہ وہ اپنی چیز دوسرے کو ہدیہ کر دے۔ بہرحال اس آیت کریمہ میں ''للانسان'' کا ''ل'' اگر ملکیت کے معنی میں مانا جائے تو ایصال ثواب کے لئے یہ آیت کریمہ مخالف تو کیا ہوتی کچھ مؤید اور موافق ہی ہوگی اور عربی جاننے والے لوگوں کو معلوم ہے کہ ''ل'' زیادہ تر ملکیت ہی کے معنے میں استعمال ہوتا ہے اور قرآن کریم میں اس کا اکثر استعمال اسی معنے میں ہوا ہے۔

اور اگر دوسری صورت میں اس آیت کریمہ کی تعبیر و تشریح کی جائے گی یعنی ''ل'' کو انتفاع کے لئے لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ''انسان کو اپنی ہی سعی و محنت سے نفع ہوتا ہے اور اس کی اپنی ہی کمائی اس کے کام آتی ہے'' پھر اس تعبیر و تشریح کے بعد یہ ماننا پڑے گا کہ یہ حصر محض اضافی اور عرفی ہے منطقی قسم کا حصر کلی نہیں ہے اور اس آیت کریمہ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان کو اپنے ذاتی عمل کے سوا کسی دوسری چیز سے مطلقاً کوئی نفع ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ یہ بات از روئے قرآن کریم اور از روئے مشاہدہ دنیا کے لحاظ سے بھی غلط ہے اور آخرت کے لحاظ سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص محنت کر کے کماتا ہے اور بہت سوں کو کھلاتا ہے، صدقہ و خیرات کرتا ہے، ہدیئے دیتا ہے، خود قرآن کریم بھی کمائی کرنے والوں اور دولت پیدا کرنے والوں کو جابجا حکم دیتا ہے کہ وہ اس سے دوسرے حاجت مندوں اور فقراء و مساکین کو نفع پہنچائیں۔ علی ہذا قرآن کریم بتلاتا ہے کہ ایک شخص مرجائے تو اس کے کمائے ہوئے مال و دولت میں سے اتنا ماں کو، اتنا باپ کو، اتنا اتنا بیٹوں اور بیٹیوں کو وراثت میں ملے گا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ احکام قرآنی سے اور بھی اس کی دسیوں بیسیوں نظیریں نکال کر بطور مثال کے پیش کی جاسکتی ہیں کہ اس دنیا میں ایک کی کوشش و محنت سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ علی ہذا آخرت کے متعلق بھی قرآن کریم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نیک اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ

کی خاص رحمت اور فضل و کرم سے بھی بہت سوں کو بہت کچھ ملے گا اور بحکم الٰہی شفاعت کا نافع ہونا بھی قرآن کریم ہی سے ثابت ہے۔ علی ہذا حضرات انبیاء کرام، اولیاء عظام و صالحین اور ملائکہ مقربین کا اہل ایمان کے لئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کرنا بلکہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کا اس دعا و استغفار کے لئے حکم دینا بھی قرآن کریم ہی سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دعائیں لغو اور بے کار نہ جائیں گی، بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں قبول و منظور ہو کر ان اہل ایمان (خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ) کی مغفرت و رحمت اور رفعت درجات کا ذریعہ بنیں گے اور یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ رحم و کرم فرمانا اور اعمال کی نپی تلی جزاء کے علاوہ محض اپنے دست فضل و کرم سے کچھ اور انعامات سے نوازنا بندہ ضعیف کی اپنی کوشش اور کمائی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم ہے، اسی طرح آخرت میں مقربین کی شفاعت اور اس دنیا میں زندوں کا مردوں کے لئے دعا و استغفار کرنا یہ بھی دوسروں ہی کا فعل ہے اور ان سب سے نفع پہنچنا نصوص قرآن کریم سے ثابت ہے۔ پس یہ اصول کلیہ ہے کہ کسی انسان کو اپنی کوشش و محنت کے علاوہ کسی دوسری چیز سے کوئی نفع نہیں پہنچتا دنیا کے لحاظ سے بھی اور آخرت کے حق میں بھی از روئے قرآن کریم غلط ثابت ہوا۔

لہٰذا ''للانسان'' کے ''ل'' کو اگر انتفاع کے لئے مانا جائے گا تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آیت کریمہ میں جو حصر کیا گیا ہے یہ منطقی قسم کا حصر کلی نہیں ہے، بلکہ یہ حصر اضافی اور عرفی ہے، یعنی آیت کریمہ کا مقصد انسان کی اپنی کوشش کے علاوہ جمیع ماسوا کی نافعیت کا انکار کرنا نہیں ہے بلکہ خاص طور سے ان چند غلط فہمیوں کو ختم کرنا مقصود ہے جن میں بہت سی پچھلی قومیں اور گروہ اس زمانے میں مبتلا تھے اور اب تک مبتلا ہیں۔ مثلاً بنی اسرائیل یہ سمجھتے تھے کہ ہم چونکہ نبیوں اور رسولوں کی اولاد ہیں اس لئے ہم جنت میں ہی جائیں گے۔ یا مثلاً مشرکین عرب کا یہ خیال تھا کہ ہمارے دیوتاؤں کا جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے خاص تعلق ہے بس یہ ہماری نجات کے

لئے کافی اور ذریعہ بن جائے گا اور اسی طرح عیسائی سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوۃ السلام سولی پر چڑھ کر ہم سب کی طرف سے کفارہ ادا کر چکے ہیں اس لئے ان کی یہ قربانی ہماری نجات کے لئے کافی ہے، ہندوستان میں بھی برہمن پنڈت آج تک اسی قسم کی توہمات و خرافات میں مبتلا ہیں۔ تو "للانسان" کے "ل" کو جب انتفاع کے لئے ماننے کی صورت میں آیت کریمہ "وان لیس للانسان الا ماسعٰی ﴿﴾" اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی، کو حصر عرفی پر محمول کر کے یہ ماننا پڑے گا کہ اس آیت کریمہ کا مقصد اور منشاء بس اس قسم کے توہمات و خرافات اور بے اصل خیالات کی نفی کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ آدمی صرف اس قسم کی غلط فہمیوں اور جھوٹی اُمیدوں میں مبتلا نہ رہے کہ میرے باپ دادا یا میرے پیر و مرشد چونکہ نیک اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرب بندے تھے اس لئے ان کے تعلق اور ان کی برکت کی وجہ سے میں بھی بخشا جاؤں گا اور ان کے نیک اعمال مجھے بھی جنت میں لے جائیں گے، جس طرح کہ "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے دوسرے اقارب سے فرمایا تھا کہ "عمل کرو عمل" اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ میرا خونی رشتہ اور میرا قرابتی وخاندانی تعلق تمہیں نجات دلادے گا"۔

الغرض حصر عرفی کی اس تقدیر پر آیت "وان لیس للانسان الا ماسعٰی ﴿﴾" کا مطلب صرف مذکورہ بالا قسم کی گمراہانہ اور بے اصل باتوں کی تردید کرنا ہی ہوگا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی کریمانہ رحمت ومغفرت مقربین کی شفاعت، حضرات انبیاء کرام، اولیاء عظام اور مومنین کی دعا واستغفار اور علیٰ ہذا ایصال ثواب کی صحیح صورتوں کی نافعیت سے اثباتاً یا نفیاً اس آیت کریمہ کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

اور اس طرح کا حصر اضافی وعرفی ہر زبان کے محاورات کلام میں اور خصوصاً قرآن کریم میں بکثرت مستعمل ہے، بلکہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ حصر زیادہ تر اضافی وعرفی ہی استعمال ہوتا ہے ہم صبح سے شام تک بارہا بولتے رہتے ہیں۔ "میں

اس کے سوا کچھ نہیں جانتا"۔ "میں اس کے سوا کچھ نہیں کہتا"۔ "میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا"۔ "میرے پاس اس چیز کے سوا کچھ نہیں ہے"۔ "میرے پاس سوائے فلاں شخص کے کوئی نہیں آیا" وغیرہ۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں پیش خدمت کی جاسکتی ہیں جو ہماری اور آپ کی زبانوں پر روز مرہ کی گفتگو میں پیش آتی رہتی ہیں اور ان سب باتوں سے مراد حصر عرفی ہی ہوتا ہے اور اگر کوئی بدذوق شخص اس روز مرہ کی گفتگو سے حصر منطقی مراد ومطلب لے کر بحث کرنے لگے تو اس کو جاہل اور ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے معذور سمجھا جائے گا۔

خود قرآن کریم میں بھی مطالعے سے تلاش کرنے پر اس کی سینکڑوں مثالیں پیش خدمت کی جاسکتی ہیں، لیکن یہاں اس چھوٹے سے کتابچہ میں پیش کرنے سے قاصر ہوں صرف ایک آیت کریمہ پیش خدمت کی جارہی ہے ملاحظہ کیجئے:

﴿قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا اولحم خنزیر فانه رجس او فسقا اهل لغیر اللّٰه به﴾ (الانعام آیت ۱۴۵)

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں کوئی حرام غذا (میں) پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار (جانور) ہو (یعنی جو واجب الذبح ہونے کے باوجود بلا ذبح شرعی مرجاوے) یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے (خنزیر کے سب اجزاء نجس اور حرام ہیں، ایسا نجس، نجس العین کہلاتا ہے) یا جو (جانور) شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نام کردیا گیا ہو"۔ (بیان القرآن)

اس آیت کریمہ میں اگر حصر کلی (ظاہری معنے) مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ

شریعت اسلامیہ میں صرف ان چار چیزوں کے علاوہ اور سب چیزوں کا کھانا جائز ہوجائے گا گویا بلی، کتے سارے درندے، پرندے، حشرات الارض وغیرہ وغیرہ میں سے کسی کا کھانا بھی حرام نہیں ہوگا، لیکن یہ مطلب آیت کریمہ کا غلط ہے اور پوری امت کے نزدیک یہاں بھی آیت کریمہ کا مطلب حصر اضافی ہی ہے اور صرف ان چیزوں کی حرمت کی نفی مقصود ہے جن کو مشرکین عرب نے اپنی طرف سے حرام مان رکھا تھا۔

الغرض دلائل سے یہ بات سمجھ میں اچھی طرح آگئی ہوگی کہ یہ مطلب خود نصوص قرآنی کے خلاف ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت کا کام آنا، شافعین کی شفاعت کا نافع ہونا، پس ماندگان کی دعا واستغفار سے مردوں کو فائدہ پہنچنا خود قرآن کریم سے ثابت کیا جاچکا ہے، لہٰذا اب منکرین ایصال ثواب جو دوسروں کو "وان لیس للانسان الا ماسعیٰ۞" اور "انما تجزون ماکنتم تعملون۞" کی آیات کریمہ پڑھ کر مغالطہ دیتے ہیں ان لوگوں کے اس مغالطے کو چھوڑ کر اپنی اصلاح کرلینی چاہئے اور اس بات کو تسلیم کرلینا چاہئے کہ یہ "وان لیس للانسان الا ماسعیٰ۞" حصر کلی (ظاہری معنے) نہیں حصر اضافی اور عرفی ہی معنے مراد لیا گیا ہے اور مقصد یہاں بس یہ ہے کہ اپنے نسبی بزرگوں یا پیروں، پیشواؤں کی نیک عملی کے فائدہ مند اور ذریعہ نجات ہونے کے بارے میں مختلف قوموں اور گروہوں کے جو گمراہانہ خیالات اور بے بنیاد جھوٹی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ ایک کی کمائی دوسرے کو کام نہیں آئے گی بلکہ اپنی ہی کوشش ومحنت ہر ایک کے کام آئے گی۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اگرچہ اس کا تعلق "وان لیس للانسان الا ماسعیٰ۞" کی آیت سے ہی ہے، لیکن اسی سے منکرین ایصال ثواب انکار کرتے ہوئے دیگر جو بھی آیات کریمہ بطور استدلال کے پیش کرتے ہیں ان سب کا مطلب بھی واضح ہوجاتا ہے، اب بھی اگر منکرین ایصال ثواب اپنی خوش فہمی کے جمود میں

رہتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ آیات کریمہ میں ایصال ثواب کی نفی موجود ہے اور ایصال ثواب کی واضح دلیل قرآن کریم سے ثابت کرو، تو معاف کرنا اس طرح کی شرائط لگا کر مطالبہ کرنے سے تو قرآن کریم اور صحیح حدیث سے ایک ساتھ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ثابت کرنا بھی مشکل ہوجائے گا۔

کسی عارف نے کیا ہی خوب فرمایا!

در فضل خدا بند دل خویش رام
گر فضل نباشد نبود کار تمام

"اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کے فضل وکرم کی امید پر اپنا دل کام میں لگائے رکھ اگر فضل وکرم شامل حال نہ ہوتا تو کبھی کام پورا نہ ہوتا"۔

ایصال ثواب احادیث کی روشنی میں

عبادات مالیہ کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس سے فوت شدہ مؤمنین کو (بلکہ بعض صورتوں میں زندہ کو بھی) نفع اور ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کی تلقین فرمائی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اعزہ کے لئے ایصال ثواب کیا۔ اس مسئلہ میں اتنی زیادہ روایات موجود ہیں کہ ان کا انکار کرنا دشوار ہے، خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔ صدقہ، خیرات اور حج وغیرہ جیسی مالی عبادات کا ثواب مردوں کو بخشنے اور اس سے ان کو نفع پہنچنے کا یہ ثبوت چونکہ نہایت واضح اور غیر مشکوک ہے بلکہ خیرالقرون ہی سے اس پر عمل جاری ہے، اسی لئے جن ائمہ سلف کو بدنی ایصال

ثواب وغیرہ سے اختلاف ہے وہ بھی مالی عبادات سے ایصال ثواب کے قائل ہیں۔
بہرحال کم از کم مالی عبادات کی حد تک ایصال ثواب ہمیشہ سے جمہور اہلسنّت والجماعت کے نزدیک اتفاقی (متفق علیہ) مسئلہ رہا ہے۔ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح مسلم شریف" کے مقدمے میں اہلسنّت والجماعت کے جلیل القدر امام حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام ابواسحٰق طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان سے مشہور حدیث ﴿ان من البر بعد البر ان تصلی لا بویک مع صلوتک وتصوم لهما مع صومک﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کی سند میں انقطاع ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے مجروح قرار دے دیا مگر ساتھ میں یہ بھی فرمادیا کہ:

﴿ولكن ليس في الصدقة اختلاف﴾

"یعنی صدقہ کے ذریعہ ایصال ثواب کرنے میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ یہ اتفاقی (متفق علیہ) مسئلہ ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس حدیث کے بارے میں حضرت امام ابواسحٰق طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا تھا وہ قابل احتجاج نہیں ہے، لیکن جو کوئی اپنے والدین یا کسی اور کے ساتھ نیکی کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان کی طرف سے صدقہ خیرات وغیرہ کرے کیونکہ صدقہ کا ثواب مردوں کو پہنچنے میں اہلسنّت والجماعت میں سے کسی کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

اس بارے میں احادیث ملاحظہ کیجئے۔

عبادات مالیہ کے ذریعہ ایصال ثواب

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ان سعد بن عبادة توفيت امه وهو غائب عنها فقال

يارسول الله! ان امي توفيت وانا غائب عنها اينفعها شيء ان تصدقت به عنها قال نعم. قال فاني اشهدك ان حائطي المخراف صدقة عليها﴾

"حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا تھا کہ حضرت سعد خود موجود نہیں تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ جندل میں گئے ہوئے تھے، جب غزوہ جندل سے واپس آئے تو دربار رسالت میں تشریف لائے اور خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو وہ ان کے لئے نفع مند ہوگا؟ (میری والدہ کو اس صدقے کا ثواب پہنچے گا)۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا ہاں ثواب پہنچے گا، اس پر حضرت سعد نے عرض کیا، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ (مخراف) اپنی والدہ کے لئے صدقہ کردیا"۔ (بخاری شریف جلد اول باب الوصایا)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

﴿ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان امي افتلتت نفسها ولم توص واظنها لو تكلمت تصدقت افلها اجران تصدقت عنها قال نعم﴾

"ایک شخص خدمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری والدہ اچانک انتقال کرگئیں اور انہوں نے

کوئی وصیت نہیں کی ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرجاتیں۔ تو اب اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ خیرات کروں تو کیا ان کو ثواب پہنچے گا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں!"۔

(بخاری شریف)

حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ "عمدۃ القاری شرح بخاری" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بعض شارحین کو اگرچہ شبہ ہوا ہے کہ یہ سوال کرنے والے صحابی حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہی تھے، لیکن یہ ان کے علاوہ دوسرے کوئی اور صحابی ہیں اور یہ دوسرا واقعہ ہے"۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری)

حضرت سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ان رجلا قال للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ابی مات وترک مالا ولم یوص فھل یکفر عنہٗ ان اتصدق عنہ؟ قال نعم﴾

"ایک شخص خدمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے وراثت میں کچھ مال چھوڑا ہے اور صدقہ وغیرہ کی کوئی وصیت نہیں کی ہے تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا میرا یہ صدقہ ان کے لئے کفارہ سیئات اور مغفرت ونجات کا ذریعہ بن جائے گا، اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اسی کی امید

ہے"۔ (مسلم شریف کتاب الوصایا)

ایصال ثواب کے منکرین نے جس طرح قرآن کریم کی منسوخ شدہ آیات کریمہ کا سہارا لیا تھا اور لوگوں کو مغالطے میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی اسی طرح ان روایات کے متن اور راویوں کے اختلاف کو اصطلاحی اضطراب کہہ کر مغالطہ دینے کی اکثر کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً (یہ کہنا کہ راوی نے گھبراہٹ میں آکر روایت بیان کرنے میں اور صحابیہ کا نام بیان کرنے میں غلطی اور تبدیلی کردی تاکہ استبعاد یہ ایک علیحدہ روایت معلوم ہونے لگے۔) اس قسم کے متن اور راوی کے اختلاف کو اصطلاحی اضطراب قرار دے کر حدیث کو ناقابل احتجاج یعنی ناپسند قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ منکرین ایصال ثواب نے "اضطراب فی المتن" کی حقیقت کو بھی سمجھنے کی کوشش نہیں فرمائی ہے۔ یہاں اضطراب کا دعویٰ اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ یہ سارے سوال و جواب جو مندرجہ بالا تینوں حدیثوں میں مذکور ہیں۔

ایک ہی مجلس کے ایک ہی سوال و جواب کے متعلق راویوں کے مختلف بیانات ہوں، لیکن جب اس کی کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر اس کو "اضطراب" قرار دینا اصول حدیث کے فن سے ناواقفی ہی کی دلیل ہے، اس میں کوئی استحالہ بلکہ استبعاد بھی نہیں ہے کہ حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے مختلف دفعات میں یہ سوالات کئے ہوں اور جوابات پاکر ان کی تعمیل کرتے رہے ہوں۔ غرض یہ تینوں روایتیں جیسا کہ ان کے مضمون سے ظاہر ہے الگ الگ مستقل حدیثیں ہیں۔

ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان۔

قربانی کے ذریعے ایصال ثواب

عبادات مالیہ کے ذریعہ ایصال ثواب کا ایک واضح ثبوت وہ متعدد احادیث بھی ہیں جن سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف سے قربانی کرنا اور اپنی آل اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا بطور ایصال ثواب ثابت ہوتا ہے۔ اس بارے میں بھی چند احادیث ملاحظہ کیجئے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿بسم اللہ اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن امته محمد﴾

"یا اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی (بطور ایصال ثواب) قبول فرما"۔ (مسلم شریف کتاب الضحایا)

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿اللهم منک ولک عن محمد وامته بسم اللہ واللہ اکبر﴾

"یا اللہ یہ قربانی تیری ہی عطا ہے اور خاص تیری ہی رضا کے لئے ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اسے قبول فرما اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کی طرف سے (بطور ایصال ثواب) کے قبول فرما۔ شروع اللہ کے نام سے اور اللہ تبارک و تعالیٰ بہت بڑا ہے۔" (سنن ابوداؤد شریف باب ما یستحب من الضحایا)

حضرت ابوالحسناء حکم حنش سے روایت ہے کہ:

﴿قال رأیت علیا رضی اللہ عنہ یضحی بکبشین فقلت ما ھذا فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنه فانا اضحی عنه﴾

"حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کو میں نے دو دنبے قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے سوال کیا، یہ کیا بات ہے کہ قربانی تو ایک دنبے کی ہوتی ہے آپ دو دنبے کی قربانی فرما رہے ہیں تو اس پر انہوں نے کہا کہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی (بطور ایصال ثواب) کے کیا کروں تو میں دوسرا دنبہ آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔"

(سنن ابوداؤد شریف باب الاضحیه عن المیت)

یہ سب روایات حدیث اگرچہ بجائے خود بہ اصطلاح محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ "اخبار آحاد" ہی ہیں لیکن ان سب کے مجموعہ سے اس شخص کو جو علم حدیث سے کچھ بھی واقفیت اور مناسبت رکھتا ہو اس بات کا اضطراری یقین حاصل ہو جانا ضروری ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری امت کی طرف سے (بطور ایصال ثواب) کے قربانی فرمائی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی قربانی فرما کر اس کا ثواب اپنی پیاری امت کو بخشا اسے ایصال ثواب کہتے ہیں۔

ایصال ثواب کے منکرین کا یہ کہنا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خصوصیت تھی محض بلادلیل بات ہے، کسی چیز کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خصوصی طور پر منسوب کرنے کے لئے تو مستقل مضبوط دلیل

شرعی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں ان کے پاس کوئی ایسی مضبوط دلیل شرعی موجود نہیں ہے اور یہ کہنا کہ حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کی یہ قربانی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم تھا، وصیت تھی۔ اس اعتبار سے گویا یہ عمل حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کا نہیں تھا بلکہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا عمل تھا تو معلوم ہوا کہ یہاں پر بھی ایصال ثواب کے منکرین وہی انداز اپنا رہے ہیں جو انداز انہوں نے آیات کریمہ "انما تجزون ما کنتم تعملون۞" اور "وان لیس للانسان الا ما سعٰی۞" کے ساتھ اپنایا تھا جس کا تفصیلا خلاصہ آپ حضرات ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب یہاں اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہاں پر جو اس طرح کی باتیں کر کے دوسروں کو مغالطہ دے رہے ہیں وہ خود یہاں پر بھی مغالطے میں مبتلا نظر آرہے ہیں جس کی وجہ سے یہ حضرات (منکرین ایصال ثواب) اپنی خوش فہمی سے نظریہ ایصال ثواب کے خلاف گویا جو حیلے بہانے کرتے ہیں اس کو نص قطعی سمجھتے ہیں۔

لیکن اگر سلامت فہم کے ساتھ معمولی غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہاں پر یہ غلط فہمی اور مغالطہ دور ہو سکتا ہے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے پاس اس عمل کے لئے کوئی رقم تو جمع نہیں کی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل صرف وصیت ہے اور قربانی کا کرنا حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کا عمل ہے اور یہاں بحث اس قربانی ہی کے اجر و ثواب کے بارے میں چل رہی ہے۔ پس یہ قربانی جو حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے مال خاص سے کرتے تھے جب ہی صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اصولا اس کو تسلیم کرلیا جائے کہ ایک شخص کے صدقہ اور ایک کی قربانی کا ثواب اور نفع دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔ ورنہ اگر یہ اصول نہ مانا گیا جیسا کہ منکرین ایصال ثواب کا خیال ہے تو پھر حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کی یہ

قربانی ہی غلط ہوگی بلکہ معاذ اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بھی غلط ہوگی۔ بہرحال یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ وصیت نے یہاں ایصال ثواب کو صحیح نہیں کیا ہے بلکہ یہ وصیت ہی "ایصال ثواب" کی بنیاد پر صحیح ہو سکتی ہے۔ تاملوا فان الفرق دقیق۔

بہرحال مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کی یہ وصیت اور حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کا دائمی عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم دوسروں کی طرف سے مالی عبادات بطور ایصال ثواب یعنی اپنے صدقات و قربانی، حج وغیرہ دوسروں کو بخش سکتے ہیں۔ بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کیلئے بھی کر سکتے ہیں اور کرنا چاہئے۔ یہ عشق و محبت کی علامت ہے اور یہ ہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت سے اعمال خیر کئے۔ مثلاً حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور ایصال ثواب متعدد عمرے کئے۔ (فتح الملہم شرح مسلم شریف جلد ۳ صفحہ ۳۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں کی طرف سے بھی اس قسم کے اعمال خیر کرنے کا ثبوت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتا ہے۔

محقق جلیل حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب "عمدۃ القاری شرح بخاری" میں رقم طراز ہیں:

﴿قال ابن المنذر وقد ثبت عن عائشة انها اعتقت عبدا من اخيها عبد الرحمن وكان مات ولم يوص﴾

"حضرت ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی

ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد ان کی طرف سے بغیر ان کی کسی وصیت کے ایک غلام آزاد کیا تھا"۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۵۵)

محقق جلیل حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں۔

﴿انه قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقلت انا ندعوا لموتانا ونتصدق عنهم ونحج فهل یصل ذلک الیهم فقال انه لیصل الیهم ویفرحون به کما یفرح احدکم بالهدیة﴾ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

حضرت ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ کی تخریج سے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿انه قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقلت انا ندعوا لموتانا ونتصدق عنهم ونحج فهل یصل ذلک الیهم فقال انه یصل الیهم ویفرحون به کما یفرح احدکم بالهدیة﴾

"حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اپنے مردوں کیلئے جو دعائیں کرتے ہیں اور جو صدقہ خیرات یا حج ان کی طرف سے کرتے ہیں تو یہ کیا ان تک پہنچ جاتا ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں پہنچتا ہے اور جس طرح تم لوگوں کو کوئی ہدیہ پاکر خوشی ہوتی ہے اسی طرح تمہارے ان تحفوں سے

تمہارے ان مردوں کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔"

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"احادیث کثیرہ اس بات پر شاہد ہیں کہ مومن کو دوسرے لوگوں کی طرف سے عمل صالحہ کا ثواب پہنچتا ہے"۔

ان تمام احادیث کثیرہ سے جو ایصال ثواب کے بارے میں یہاں درج کی گئی اس سے واضح طور پر ثابت ہے کہ عبادات مالیہ، صدقات و خیرات، قربانی، حج وغیرہ کرکے اگر مردوں کو ایصال ثواب کیا جائے تو یہ شرعاً درست ہے اور اس سے مردوں کو نفع اور ثواب ہونا درست ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بتلایا اور آپ ؐ کی تعلیم کے مطابق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس تعلیم پر عمل کیا اور یہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اور اس کے بعد بھی حضرات اکابرین اہلسنت و الجماعت کے سلف و خلف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی عمل کیا ان صریح احادیث مبارکہ کے موجود ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے کہ ایصال ثواب کا منکر ہو۔ ایصال ثواب کے جائز ہونے پر سلف و خلف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع اور اتفاقی فیصلہ ہے، امت میں سے کوئی بھی عبادات مالیہ کے ایصال ثواب کا منکر نہیں ہوا اور ایصال ثواب کا منکر احادیث کثیرہ صحیحہ و صریحہ کے ہوتے ہوئے ضال و گمراہ ہے اور یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ جس طرح نفس ایصال ثواب میں کسی قسم کا اختلاف نہیں اسی طرح اس کے متعلقات کے جائز و مکروہ ہونے کی تمام صورتوں میں بھی کسی قسم کا اختلاف نہیں، بلکہ اس پر بھی سلف و خلف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع و اتفاق رہا ہے کہ ایصال ثواب کی نیت سے مردے کے لئے کھانا تیار کروا کر فقراء و مساکین کو صرف تقسیم کیا جائے یہ عمل جائز بلکہ مستحسن ہے۔

ایصال ثواب میں قرآن کریم پڑھنے کا صحیح طریقہ

جس طریقے سے آج کل قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے قرآن خوانی وغیرہ یہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں ہاں احباب خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے گھر پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچادیں۔ باقی اجتماعی صورت اس میں بھی مناسب نہیں، چاہے انفرادی طور پر صرف تین بار ﴿قل ھو اللہ احد﴾ ہی پڑھ کر بخش دیں جس سے ایک قرآن کریم کا ثواب مل جائے گا یہ اس سے اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں قرآن خوانی کر کے دوسرے لوگوں کو آنے جانے کی تکلیف وپریشانی دے کر دس قرآن ختم کئے جائیں، اس سے اکثر اہل میت کو جتلانا بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا، خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کو ہوگا وہ غیر صحابی کو نہیں ہوسکتا۔ جب کہ آج کل دیکھنے میں قرآن خوانی ایک رسم بن چکی ہے جس میں خلوص کا نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا کیونکہ ایک شخص کسی کے یہاں نہیں پہنچا تو اس پر اس سے تعلقات ختم کردیئے جاتے ہیں سالوں گزر جاتے ہیں اس ناراضگی پر، اکثر لوگ سارے دن کام کاج سے تھک کر رات کو گھر آتے ہیں تو اب زبردستی جانا ہے قرآن خوانی میں جب کہ اس کا جانے کو دل بھی نہیں چاہتا اب وہ صرف دکھانے کے لئے قرآن خوانی کی محفل میں شریک ہوتا ہے، انصاف کیجئے اگر تھوڑا بھی ضمیر زندہ ہے کہ اس میں اخلاص اور رضا الٰہی کہاں شامل ہے کس کو ثواب ملے گا؟ اور کس کو ثواب پہنچایا جائے گا؟ جب کہ پڑھنے والا خود قرآن کریم کو بوجھ سمجھ کر پڑھ رہا ہے، جس کی وجہ سے وہ خود گناہ گار ہوا اور اس کا سبب یہ قرآن خوانی کا اہتمام کرنے والے بنے، خدارا اس رسمی قرآن خوانی کی مجالس کو

ختم کردیا جائے اور جو طریقہ تحریر کیا گیا ہے اسی پر عمل کیا جائے چاہے تعداد کم ہی کیوں نہ ہو انشاء اللہ اسی عمل میں اخلاص ہونے کی برکت سے اور رسمی قرآن خوانی چھوڑنے کی برکت سے مردے کی مغفرت ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ بڑے رحم وکرم کرنے والے مہربان ہیں صرف تھوڑی سی مردانگی کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانا

ایصال ثواب کے لئے جو کھانا پکا کر کھلایا جاتا ہے اس صورت میں تو زیادہ تر برادری کے صاحب حیثیت لوگ ہی کھاجاتے ہیں جن کے لئے ایصال ثواب کا کھانا، کھانا جائز ہی نہیں، کیونکہ ایصال ثواب کا کھانا ان غریب مساکین، غرباء وغیرہ جیسے مستحقین کا حق ہے جو زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کے مستحق ہوتے ہیں یہ صاحب حیثیت لوگ برادری کے کتنی بے شرمی کا اظہار کرتے ہیں جو اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں جیسے کہ یہ رسم عام ہوچکی ہے اس سے وہ صورت بہتر ہے جو حضرت والا مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہے، عرض کرتا ہوں کہ اس کی تین صورتیں ہیں۔

1. پکا کر کھلایا جائے (صرف غرباء ومساکین وغیرہ کو نہ کہ ان برادری کے لوگوں کو جو غرباء کا حق مارتے ہیں جو جائز نہیں)۔
2. خشک چیز دی جائے۔
3. نقد تقسیم کیا جائے تو سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہ ہی ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کردیا جائے کیونکہ معلوم نہیں ان کو کیا ضرورت درپیش ہو۔ دوسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ خشک چیز دے دی جائے کہ جب جی چاہے گا اور جس طرح جی چاہے گا پکا کر خود کھالے گا تیسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جائے اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ

ایک دو خوراک پکا کر مستحقین کو پہنچا دی جائے ایک دم پکانے سے مستحق اور غیر مستحق سب جمع ہو جاتے ہیں بلکہ ہر گاؤں میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ مستحق رہ جاتے ہیں اور غیر مستحق کھا جاتے ہیں۔ (انفاس عیسیٰ حصہ دوم صفحہ ۶۰۵)

ایصال ثواب کا ایک ادب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ثواب بخش دیا کرو، خواہ زیادہ کی ہمت نہ ہو مثلاً تین بار قل ہو اللہ احد پڑھو ایک کلام پاک کا ثواب پہنچ جائے گا"۔ (کمالات اشرفیہ صفحہ ۱۹۰)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول مبارک

فرمایا میں جو کچھ روز مرہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام حضرات صحابہ کرام، اور تمام انبیاء و صلحاء وعام مسلمین ومسلمات کو جو مر چکے یا موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے، سب کو بخش دیتا ہوں اور کسی خاص موقع پر کسی خاص مردے کے لئے بھی کچھ علیحدہ پڑھ کر بخش دیتا ہوں۔

(کمالات اشرفیہ صفحہ ۱۹۱)

ایصال ثواب بارواح اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ

اگر بلا کسی خاص اہتمام اور بلا قید کسی تاریخ یا مہینہ کے بذریعہ طعام غرباء ومساکین، یا زرنقد بطور امداد غرباء ومساکین کے بزرگان سلف کو ایصال ثواب کیا

جائے تو موجب ثواب ہے، مگر یہ نیت نہ ہو کہ اس عمل سے ان کی ارواح طیبہ سے فیض ہو گا گو باطنی ہی سہی۔ (تربیت السالک حصہ ہفتم صفحہ ۲۲، بوادر النوادر جلد ا صفحہ ۶۲)

ایصال ثواب کرنے والے کو بھی پورا ثواب ملتا ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اگر کوئی نفل صدقہ (دینے) میں یوں نیت کرے کہ اس کا ثواب مومنوں اور مومنات کو پہنچے تو ان کو ثواب پہنچے گا اور ایصال ثواب کرنے والے کو بھی ثواب برابر ملے گا اس کے اجر میں کمی نہ ہوگی وہ ہرگز محروم نہیں رہے گا"۔ (کمالات اشرفیہ ۳۹۱، امداد الفتاوی جلد اول صفحہ ۵۱۳، ۵۱۴، بوادر النوادر صفحہ ۳۵۳)

ایصال ثواب کی تقسیم

ایصال ثواب کی تقسیم کے ثبوت میں قرآن وحدیث میں تو کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ اس لئے اس مسئلہ میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قیاس کو ترجیح دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کے زیادہ لائق بھی یہ ہی ہے۔

حضرت امام حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"سب مردوں کو پورا پورا ثواب ملے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل وکرم سے بعید نہیں"۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"مردوں کو برابر ثواب پہنچتا ہے"۔

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے۔

﴿اذا تصدق احدکم صدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص عن اجره شیئا﴾

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ:

"حدیث کے الفاظ ظاہر سے عدم تجزی پر دال (یعنی تھوڑا تھوڑا تقسیم نہ کرنا مراد لیا)۔ جاسکتا ہے کیونکہ "اجرھا" کا مرجع صدقہ ہے جس کا حقیقی مفہوم کل الصدقہ ہے نہ کہ جزء الصدقہ، اور "لھما" سے متبادر اور شائع اطلاق کے وقت کل واحد ہوتا ہے (یعنی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ہر ایک کو پورا ملنا لھما میں چھپا ہوا ہے)۔ اور مجموعہ مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے، پس معنی یہ ہوئے کہ دونوں میں سے ہر ہر واحد کو پورے صدقہ کا اجر ملے گا ایصال ثواب جس کی تقسیم، عدم تقسیم میں کوئی نص قطعی نہیں اور اس میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے مقصود ان کا حکم لگانا نہیں بلکہ محض بعض احتمالات کی قربت کو بیان کرنا ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ (کی ذات) سے یہی امید (وابستہ) ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ ﴿انا عند ظن عبدی﴾
"میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں" کہ جب ہم چند آدمیوں کو ایک عمل کا ثواب پہنچاتے ہیں تو سب کو برابر ہی پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کمی تھوڑا ہے"۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ صفحہ ۱۹۱، ۳۹۳، آداب المصاب تسلیۃ الاحباب صفحہ ۳۲، امداد الفتاویٰ جلد اول صفحہ ۵۲۹)

ایصال ثواب کے چند بنیادی اصول اور شرطیں

جمہور اکابرین اہل سنت والجماعت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ میت کے لئے ایصال ثواب کرنا جائز ہے خواہ بدنی عبادت کے ذریعے ہو مثلاً نماز، روزہ، ذکر اذکار، درود شریف اور تلاوت قرآن کریم وغیرہ مگر خاموشی سے بغیر کسی نمائش اور دکھلاوے کے ہو، آج کل ہمارے معاشرے میں ایصال ثواب ایک فیشن اختیار کرچکا ہے، خواہ مالی عبادت ہو ہر قسم کی عبادات کا ثواب میت کو پہنچایا جاسکتا ہے مگر اس کے لئے چند بنیادی اور اصولی شرطیں ہیں جب تک ان شرطوں کو اختیار نہ کیا جائے اس وقت تک کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

پہلی شرط:

ایسی کسی عبادت میں دکھاوا، نام ونمود وشہرت اور اپنی مصنوعی عزت اور ناک کی حفاظت کا ہرگز ہرگز سوال نہ ہو اور برادری کے لوگوں کی مخالفت طعن وتشنیع سے بچنے کا خیال ہی دل میں نہ ہو، اور خیرات من واذی سے بھی پاک ہو۔

دوسری شرط:

جو مال صدقہ وخیرات میں دیا جائے وہ مال حلال اور طیب ہو، سود، رشوت، جوا، قمار بازی، چوری، بونڈ کے انعام کھولنے والے خبیث ناپاک مال سے ہرگز ایصال ثواب نہ کیا جائے اگر اسی قسم کے حرام ناپاک مال سے ایصال ثواب کیا اور کرنے والے کو معلوم بھی ہے کہ یہ مال حرام ہے اور فقیر ومسکین وغیرہ کو ایسا مال صدقہ وخیرات کرکے ثواب کی امید بھی رکھی گئی تو پھر اس شخص نے کفر اختیار کیا، کیونکہ اس قسم کے ذریعے سے مال کا حاصل کرنا حرام ہے جیسا کہ قرآن کریم، صحیح احادیث نبوی اور اقوال صحابہ وفقہاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے یہ بالکل واضح ہے۔

تیسری شرط:

جس مال کا صدقہ وخیرات کیا جائے اس مال کے وارث کوئی غائب اور نابالغ بچے نہ ہو کیونکہ شریعت میں ان کی نیت کا اعتبار نہیں ہے ورنہ اس مال کا صدقہ وخیرات کرنا بغیر کسی اختلاف کے حرام اور موجب عذاب الٰہی ہوگا۔

چوتھی شرط:

جس میت کو ایصال ثواب کیا جا رہا ہو اس میت کا مسلمان اور صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے۔ قادیانی، منکرین حدیث، پرویزی، آغاخانی وغیرہ دوسرے غیر مسلم لوگ نہ ہوں۔ کیونکہ کافر کو ایصال ثواب نہیں کیا جا سکتا شریعت اسلامیہ اس کی اجازت نہیں دیتی مگر مسلمان ہو چاہے کتنا ہی بڑے سے بڑا گناہ گار ہی کیوں نہ ہو اس کو ایصال ثواب کیا جائے گا اور اسی طرح ایصال ثواب کرنے والا بھی مسلمان ہو ورنہ سب محنت رائیگاں جائے گی۔

ایصال ثواب کیلئے مختلف رسموں اور صورتوں کی ایجاد

جو قرآن کریم میت کو پڑھ کر بخشا اور ایصال ثواب کیا جائے وہ بلا معاوضہ واجرت پڑھا جائے۔ اجرت لینا حرام ہے جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے میں قرآن خوانی کا دستور چل پڑا ہے۔ جس میں نام ونمود، شہرت حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے اور اس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ختم قرآن کے بعد کچھ کھلانا پلانا ہے اور شرکت کرنے والے سمجھتے ہیں کہ ہمیں کچھ کھلایا پلایا اور دیا بھی جائے گا جیسا کہ آج کل عام رواج ہے جو بالکل حرام ہے۔

حضرت مولانا احمد رضاخان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

"تلاوت قرآن کریم وذکر الٰہی پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہے لینے اور دینے والے دونوں گناہ گار ہوتے ہیں اور جب یہ فعل حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجے گا گناہ پر ثواب کی امید اور زیادہ سخت واشد (گناہ) ہے"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۲۸، ۲۹۳، ۲۹۴)

حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

"قرآن کریم کی اجرت لینی دینی حرام ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والے کو لالچ نہ ہو اور دینے والا اجرت سمجھ کر نہ دے تو جائز ہے، مگر یہ مشکل ہے لہٰذا اچھا ہے کہ دوست یا اقارب جو بلا اُجرت پڑھنے والے ہوں پڑھیں"۔ (فتاویٰ مہریہ صفحہ ۵۷)

اس کے علاوہ جو مختلف رسمیں اور صورتیں ایصال ثواب کی لوگوں نے ایجاد کر رکھی ہیں۔ سب بے بنیاد ہیں بلکہ ان کا اختیار کرنا بھی گناہ ہے۔ بعض بعد شرک ہیں اور بدعت ہیں اس لئے ان تمام رسموں سے بچنا اور بچانا لازمی ہے کہ بجائے حصول ثواب کے اور اُلٹا کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔

بلاقیود ورسوم ایصال ثواب کرنا

ایصال ثواب کرنے میں اپنی طرف سے کسی خاص قسم کی کیفیتوں کی قید اور دنوں کی تخصیص نہ کی جائے مثلاً تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ اور نہ ہی کسی قسم کے کھانوں کی اقسام مقرر کی جائیں، شریعت اسلامیہ نے ان میں سے کسی

قسم کی پابندی کو مقرر نہیں کیا پھر ہمیں اس طرح کی پابندیوں کو اپنی طرف سے مقرر کرنا اسے ضروری اور لازمی سمجھ کر اہتمام سے کرنا ضروری نہ سمجھنے والوں کو برا بھلا کہنا جب ہی تو اسے بدعت کہا جاتا ہے کیونکہ حضرات اکابرین اہل سُنّت والجماعت رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ طریقے نہیں اپنائے تھے۔ اس لئے ہمیں بھی حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے موافق ایصال ثواب کرنا چاہیئے۔ اور ہمت وقدرت کے موافق، حلال مال سے خفیہ طور پر کرنا چاہیئے اسی میں اخلاص ہوتا ہے اور جس قدر توفیق ہو خود قرآن کریم پڑھ کر اس کا ثواب پہنچادیں۔

فرض عبادات کے ذریعے ایصال ثواب

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر قسم کی نفلی عبادات کا ثواب دوسرے کو بخشا جاسکتا ہے، زندہ کو بھی بخشا جاسکتا ہے میت کو بھی، لیکن فرض عبادت کا ثواب بھی کیا کسی کو ایصال ثواب میں بخشا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے بعض حضرات فقہاء نے اسے بھی جائز کہا ہے اور بعض نے منع کیا ہے۔ (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۸۴۴)

قبر پر جاکر ایصال ثواب کرنے کی مصلحتیں

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر پر جاکر ایصال ثواب کرنے میں تین مصلحتیں ہیں۔

اول:

قبر پر جاکر فاتحہ پڑھنے سے علاوہ ایصال ثواب کے خود پڑھنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہاں موت کا استحضار زیادہ ہوتا ہے۔

دوم:

باطنی مصلحت یہ ہے کہ مردے کو ذکر سے انس ہوتا ہے خواہ آہستہ آہستہ پڑھا جائے یا زور سے اللہ تعالیٰ مردے کو آواز پہنچادیتے ہیں یہ بات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام مسلمین بھی سنتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح میں بہ نسبت حیات کے کسی قدر ایک اطلاق کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا ادراک بڑھ جاتا ہے مگر نہ اتنا کہ کوئی ان کو حاضر وناظر سمجھنے لگے۔

سوم:

ذکر کے انوار جو پھیلتے ہیں اس سے بھی مردے کو راحت پہنچتی ہے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ صفحہ ۱۹۰)

قبر پر ایصال ثواب کے وقت کیا پڑھنا چاہیئے

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”قبر پر فاتحہ پڑھنے میں چند صورتیں جن کی خاص فضیلت آئی ہے میں ان کو پڑھتا ہوں مثلاً سورۂ بقرہ کا اول مفلحون تک، آیۃ الکرسی، الھکم التکاثر، اذا زلزلت، یٰسین، سورۂ الملک، قل یا ایھا الکفرون، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، قل ھو اللہ احد اور سورۂ فاتحہ شریف وغیرہ۔ (تین بار یا سات بار پڑھ کر ایصال ثواب کرے)۔ اکثر روایت میں بارہ بار پڑھنے کی خاص فضیلت آئی ہے“۔ (ملفوظات اشرفیہ حسن العزیز جلد اول الافاضات الیومیہ ملفوظ جلد ۵ صفحہ ۹۹)

ایصال ثواب کے غلط طریقے

ایصال ثواب کے نام پر آج کل لوگ اس قسم کی خیرات کرتے ہیں کہ مکانوں کی چھتوں پر سے روٹیاں اور روٹیوں کے ٹکڑے اور بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور بہت سے آدمی اس کو لیتے ہوئے ایک کے اوپر ایک گرتے ہیں بعض کو چوٹ لگ جاتی ہے اور وہ روٹیاں یا بسکٹوں کے ٹکڑے نیچے زمین پر گر کر پاؤں سے کچلتے ہیں، بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتے ہیں۔ اور رزق کی سخت بے ادبی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور بہت کچھ برباد بھی ہوتا ہے یہ حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آبخوروں میں وہ لوٹ مچائی جاتی ہے کہ آدھا آبخورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا اور ضائع جاتا ہے یہ نہ خیر خیرات ہے نہ ثواب وایصال ثواب نہ اس سے اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم راضی، نہ اس پر کسی ثواب کی امید، صرف ناموری اور دکھاوے کی صورتیں ہیں جو حرام اور رزق کی بے ادبی اور بربادی کا گناہ الگ، کاش یہ چیزیں انسانیت کے طریقے پر تقسیم کی جائیں تو بے حرمتی بھی نہ ہو، اور لوگ اس سے فائدہ بھی اٹھائیں۔

ایصال ثواب کے لئے قبرستان جانا

ایصال ثواب کے لئے قبرستان ہفتہ میں ایک روز جانا چاہیئے۔ جمعرات، جمعہ، ہفتہ اور پیر کا دن افضل ہے۔

ایصال ثواب کے لئے قبرستان رات کے آخری حصے میں جانا افضل ہے

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

﴿ لیلتها من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع ﴾

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری جس رات کو میرے یہاں ہوتی تھی آپ آخری رات کے حصہ میں اٹھ کر (مدینے کے قبرستان) جنت البقیع تشریف لے جاتے تھے (یہ ضروری نہیں صرف مستحب ہے ہر وقت جاسکتے ہیں عام اجازت ہے)"۔

(مسلم شریف کتاب الجنائز)

قبرستان پہنچ کر کیا کہا جائے

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں داخل ہو کر مردوں کو یوں سلام کرتے تھے:

﴿ السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللّٰہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر ﴾ (ترمذی شریف کتاب الجنائز)

قبر کے پاس کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ

میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہے لہٰذا جس طرح کسی کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا چہرہ اس کے چہرہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے، اسی طرح اس کے مرنے کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا چہرہ اس کے چہرے کے سامنے رکھا جائے، پھر یہ کہ کسی میت یا قبر کے سامنے وہی طریقہ وآداب ملحوظ رہنے چاہئیں جو اس کی زندگی میں نشست وبرخاست کے وقت ملحوظ ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے کمالات وفضائل کی بناء پر عظیم المرتبت و رفیع القدر تھا

ادب واحترام کے پیش نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو اب اس کی میت یا قبر کی زیارت کے وقت بھی اسی فاصلے سے کھڑا رہے یا بیٹھے اور اگر اس کی زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا تو جب اس کی میت یا قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے چنانچہ تمام اکابرین اہلسنّت والجماعت کا یہ ہی مسلک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔

قبر پر کتبہ لگانا

قبر پر ہر قسم کی بناء بغرض زینت حرام ہے اور بغرض استحکام مکروہ تحریمی ہے گناہ میں مکروہ تحریمی بھی حرام ہی کے برابر ہے۔

البتہ علامت کے طور پر نام تاریخ وفات لکھنا جائز ہے حدیث میں قبر پر کتابت سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور علامت کے طور پر پتھر رکھنا ثابت ہے۔ اس لئے حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث کی ممانعت کو غیر ضرورت پر محمول فرمایا ہے اور بضرورت علامت کتابت کی اجازت دی ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ جس پتھر پر نام تاریخ وفات تحریر کی جائے اس کو قبر کے سرہانے سے کچھ ہٹا کر لگایا جائے تاکہ ظاہر حدیث کی مخالفت نہ ہو۔ (فتاوٰی شامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

قبر کے سرہانے آیات قرآنیہ لکھنا

قبر کے سرہانے یا کچھ ہٹا کر بھی آیت قرآنیہ لکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم کی آیات کی بے ادبی ہے اس لئے ناجائز ہے۔ (فتاوٰی شامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

قبر پر دعائے مغفرت کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا

میت کو ثواب پہنچانے کے لئے قبر پر ہاتھوں کو اٹھا کر دعائے مغفرت کرنا جائز ہے

نفس ایصال ثواب بغیر ہاتھوں کو اٹھائے بھی ہو سکتا ہے، البتہ حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزاروں پر ہاتھوں کو نہ اٹھایا جائے اس میں صاحب مزار سے استفادہ کا شبہ ہوتا ہے کہ صاحب مزار سے کچھ مانگ رہا ہے یا مانگا جارہا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں توحید کی بے حد حفاظت کی گئی ہے مگر لوگ خیال نہیں کرتے گڑ بڑ کرتے ہیں ان ہی باتوں سے بدعات پیدا ہو گئی ہیں اور اکثر عوام تو حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر قبروں اور مزاروں پر ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں جس کی وجہ سے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قبر اور مزار پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو منع کیا ہے۔ اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ غیر اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا یہ عقیدہ شرک ہے، بہرحال اس عقیدہ کی اصلاح کرنا بہت ضروری ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۵ ملفوظ صفحہ ۹۹، اصلاح الرسوم صفحہ ۱۱۰ ودیگر کتب فتاوٰی)

قبروں پر پانی چھڑکنا

قبر میں مردے کو دفن کرنے کے بعد اخیر میں چلتے وقت پانی چھڑکتے ہیں یا قبر پر فاتحہ پڑھنے جاتے وقت پانی چھڑکنا اس کا ایصال ثواب سے کوئی تعلق نہیں اس میں صرف قبر کی مٹی جمانے کی نیت مقصود ہوتی ہے اس کو ضروری اور ثواب کا کام سمجھنا بدعت وگناہ ہے۔ (کتب فتاوٰی)

قبروں پر چراغ جلانا

قبروں پر چراغ وقندیل اور موم بتی وغیرہ جلانے کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور شریعت اسلامیہ اس بیہودہ حرکت سے سخت بیزار ہے۔ چراغ جلانے سے مردوں کو کسی قسم کا کوئی نفع نہیں پہنچتا اور نہ پہنچایا جاسکتا ہے اور اس کی نیت کرنا بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت ہے کہ:

﴿لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج﴾

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور ان پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت کی ہے"۔ (ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۰۵، نسائی شریف جلد اول صفحہ ۲۲۲، مشکوۃ جلد اول صفحہ ۷۱)

حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ:

﴿فاذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار﴾

"جب میری وفات ہوجائے تو نہ میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ میرے ساتھ آگ ہو"۔

(مسلم شریف جلد اول صفحہ ۷۶)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے بھی یہ وصیت فرمائی تھی کہ:

﴿ولا تتبعونی بنار﴾

"(میری وفات ہوجائے تو) میرے ساتھ آگ نہ لے جانا"۔

(موطا امام مالک صفحہ ۷۸)

حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿واما اتباع المیت بالنار فمکروہ للحدیث ثم قیل سبب الکراھۃ کونہ من شعار الجاھلیۃ وقال ابن حبیب المالکی کرہ تفاءلا بالنار﴾

"میت کے ساتھ آگ لے جانا حدیث پاک کی رو سے مکروہ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کراہت شعار جاہلیت ہونے کی وجہ سے بھی اور حضرت امام ابن حبیب مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آگ بدفالی اور بدشگونی کی نحوست کی وجہ سے مکروہ ہے (کہ کہیں اس کا تعلق آگ یعنی جہنم سے ہی نہ ہوجائے)"۔

(شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۷۶)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

﴿وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاھلیۃ﴾

"قبروں پر آگ جلانا جاہلیت کی رسم ہے"۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۷۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک بدترین آدمی وہ شخص ہے جو شریعت اسلامیہ میں جاہلیت کی رسمیں تلاش کرے"۔

(مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۷ عن البخاری)

حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿واما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغھا وملبوس ساختن قبور وسرودہا ونواختن معازف بدعات شیعہ اند و حضور چنیں مجالس ممنوع﴾

"حرام چیزوں کا ارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانا اور ان پر چادریں چڑھانا اور سرود اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا بدعات شیعہ میں سے ہیں اور ایسی مجالس میں حاضر ہونا ممنوع ہے"۔ (فتاویٰ شاہ رفیع الدین صفحہ ۱۴)

حضرت قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿آنچہ بر قبور اولیاء عمارت ہائے رفیع بنا میکنند وچراغاں روشن می کنند وازیں قبیل ہرچہ میکنند حرام است﴾

"حضرات اکابرین اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبروں پر جو کچھ کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے ہیں اور اس قسم کی جو چیز بھی کرتے ہیں سب حرام ہے"۔ (مالابدمنہ صفحہ ٩٥)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قبروں پر چراغ جلانے کی رسم بھی نہایت کثرت سے کی جاتی ہے، شب جمعہ، شب معراج، شب برأت اور شب قدر میں خاص طور پر اس کا اہتمام ہوتا ہے اور باقاعدہ برقی قمقمے اور لائٹیں لگوائی جاتی ہیں یہ سب ناجائز اور بدعت ہیں"۔

(سنت وبدعت صفحہ ٨٢، ٨٣)

ان تمام عبارتوں سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوجاتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اس وقت کے جمہور اکابرین اہلسنّت والجماعت سلف وخلف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب کے سب قبروں پر چراغ، موم بتی وغیرہ روشن کرنے کو باعث لعنت، مکروہ، بدعت شنیعہ اور حرام سے تعبیر کرتے ہیں پھر بھلا اس ناپاک حرکت میں بھلائی اور خوبی آئے تو کہاں سے آئے؟ اس لئے اس کا ایصال ثواب سے کوئی تعلق نہیں ہے اگر کوئی اس بات کو سمجھنے کو تیار نہیں تو اُس کو مرنے کے بعد پتہ چل جائے گا، البتہ زائرین کی آسانی کے لئے روشنی کرنے کے لئے لائٹیں جلانے میں مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اسراف نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر سوکھی ہوئی کھجور کی ٹہنی لے کر اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں گی اس وقت تک امید ہے ان پر عذاب کم ہوجائے گا"۔

(بخاری شریف کتاب الجنائز)

حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"بعض جاہل لوگوں نے حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبر پر پھولوں کی چادریں چڑھانے پر بھی اس حدیث پاک سے جواز نکالا ہے، ان سے پوچھنا چاہئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو گنہگاروں کی قبروں پر دوٹہنیاں گاڑی تھیں تم ولیوں کی قبروں کو اس کے لئے کیوں تلاش کرتے ہو؟"۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد اول صفحہ ٨٧٧)

اولیاء کرام کے مزاروں پر پھول، وچادریں وغیرہ چڑھانا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارا دو ایسی قبروں پر سے گزر ہوا جن پر عذاب قبر ہورہا تھا اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿انه مر بقبرين يعذبان فقال انهما ليعذبان وما يعذبان فى كبير اما احدهما فكان لا يستتر من البول واما الاخر فكان يمشى بالنميمة، ثم اخذ جريدة رطبة فشقها

﴿بنصفين ثم غرز في كل قبر واحدة﴾

"ان پر عذاب قبر کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے بلکہ ان میں سے ایک شخص تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ترکھجور کی ٹہنی لے کر اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا"۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد اول صفحہ ۸۷۷)

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اگر معذب ہونے کا علم نہ بھی ہو (یعنی اس بات کا علم نہ بھی ہو کہ مردے پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے یا نہیں، عذاب میں کمی ہوئی یا نہیں) تو بھی اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ مردے کے لئے عذاب قبر میں تخفیف ہونے کی کوئی صورت اختیار نہ کی جائے ورنہ پھر مردے کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب بھی درست نہیں ہونا چاہئیے یہی وجہ ہے جس کی بنیاد پر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بخاری شریف میں نقل کیا ہے، جس میں وصیت موجود ہے کہ قبر پر دو شاخیں گاڑی جائیں وہ روایت یوں ہے"۔

﴿واوصى بريدة الاسلمي ان يجعل في قبره جريدتان﴾ (بخاری شریف کتاب الجنائز)

"حضرت سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میری قبر پر دو شاخیں گاڑ دی جائیں"۔

اس وجہ سے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اس بات کی طرف گیا، معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے عامۃ المسلمین کی قبروں پر شاخ کا گاڑ دینا جائز بلکہ بہتر ہے۔

(بذل المجہود شرح ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۰)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حدیث پاک سے ثابت ہونے والی ہر چیز کو اسی حد پر رکھنا چاہئیے جس حد تک وہ چیز ثابت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یا دو بار شاخ کا گاڑنا تو حدیث پاک سے ثابت ہے، اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اتفاقاً (احیاناً) ایسا کرنا جائز ہے۔ اس حدیث پاک کے علاوہ اور کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی اور شخص کی قبر پر بھی ایسا کیا ہو یا کرنے کے بارے میں تعلیم فرمائی ہو اور حضرت سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کسی اور صحابی سے یہ منقول نہیں ہوتا کہ انہوں نے قبر پر شاخیں گاڑنے کو اپنا معمول بنالیا ہو، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے روایت کرنے والے ہیں ان سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے بھی کبھی عذاب قبر کی تخفیف کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا ہو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ عمل اگرچہ جائز ضرور ہے لیکن سُنّت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں ہے۔ (یعنے ہمیشہ ایسا کرنا اہتمام کے ساتھ ضروری ہی سمجھا جائے)۔ کبھی اس کو چھوڑا نہ جائے اور چھوڑنے والے لوگوں کو برا سمجھا جائے۔ (درس ترمذی جلد اول صفحہ ۲۸۶)

حضرات محدثین وفقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس حدیث پاک کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس حدیث کے مطابق عامۃ المسلمین کی قبروں پر شاخیں گاڑنے کا کیا حکم ہے؟

حضرات محدثین وفقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی جس طرح یہ خصوصیت پر محمول تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جب تک میں نماز جنازہ نہیں پڑھوں اس وقت تک قبروں پر ظلمت رہتی ہے"۔

جس طرح یہ حکم عامۃ المسلمین کے لئے عام نہیں ہے اسی طرح قبروں پر شاخ کا گاڑنا بھی امت کے لئے عام حکم نہیں ہے، اس لئے کسی کو ایسا کرنا درست نہیں ہے، لیکن دوسری جماعت میں سے حضرت امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ:

"میرے مرنے کے بعد میری قبر پر جریدہ یعنی شاخ، ٹہنی گاڑ دینا اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس میں خصوصیت کی تخصیص نہیں سمجھی تھی"۔

(فتح الباری شرح بخاری شریف جلد ا صفحہ ۲۵۷)

اس روایت سے اگر ثبوت ہے بھی تو صرف تر ٹہنیوں کا لیکن یہ پھولوں اور چادروں وغیرہ کا ثبوت کہاں سے ثابت ہوا؟ اگر اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اصل سبب تخفیف عذاب کا ٹہنیوں کا سبز ہونا تھا اور یہ وجہ پھول وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ گنہگاروں اور فاسقوں کی قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے چاہئیں حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبروں پر اس کا ثبوت

کیسے ہوا کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گنہگاروں کی قبر پر ٹہنیاں رکھی تھیں حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر نہیں رکھی تھیں۔

مزارات اولیاءؒ پر حاضری اور اکابرین علماء دیوبند

ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے منظم سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کو بدنام کرنے اور ان سے مسلمانوں کو متنفر کرنے کے لئے ان کی طرف بے بنیاد غلط باتیں منسوب کی جارہی ہیں اور ان کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان کے غلط اور مکروہ معنی مسلمانوں کو بتلائے جارہے ہیں اور ان پر یہ الزام ہے کہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ اولیاء کرام اور بزرگان دین رحمہم اللہ کی قبروں اور مزارات پر جانے سے روکتے ہیں اور قبروں پر فاتحہ و دعا کو منع کرتے ہیں حالانکہ یہ کذب محض اور بالکل جھوٹ ہے اور یہ افتراء باندھا جاتا ہے جبکہ اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ مزارات اولیاء کرام رحمہم اللہ پر جانے سے نہیں روکتے اور نہ ہی منع کرتے ہیں بلکہ فی نفسہ اس کو جائز اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کی قبروں اور مزارات پر جانے کو انتہائی برکت اور فیض حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کے ہاں خود بیعت وارشاد کا سلسلہ ہے ہم لوگ ویسے تو چشتی کہلاتے ہیں لیکن چاروں خاندانوں میں ہمارے اکابرین دیوبند ریاضتیں بھی کرواتے ہیں اور خلافت کی اجازت بھی دیتے ہیں یعنی چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ۔ مفتی اعظم حضرت اقدس مولانا عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی تھے اور ہر سال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر عرس کے موقع پر حاضر ہوا کرتے تھے یہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم اعلیٰ حضرت مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بزرگوں میں سے ہیں اور حضرت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور ان کا سلسلہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ

اللہ علیہ تک پہنچتا ہے یہ لوگ نقشبندی ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے تمام بزرگ جیسے امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہ چشتی ہیں ہمارے اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کا سلسلہ سلطان اولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ ان اولیاء کرام رحمہم اللہ سے ہوتا ہوا امیرالمؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر منتہی ہوتا ہے یہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ اس سلسلے کے اولیاء کرام رحمہم اللہ کے مزارات پر حاضر ہوتے تھے اور استفاضہ کرتے تھے۔

حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند اکثر وبیشتر سال میں کلیر شریف حاضر ہوتے تھے اور اس انداز سے کہ میرے خیال میں آج بھی کوئی بزرگوں کا معتقد شاید اس انداز سے نہ جاتا ہو رڑکی سے چھ میل کے فاصلے پر حضرت اقدس صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے اور نہر کے کنارے کنارے راستہ جاتا ہے تو حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نہر کے کنارے پٹڑی پر پہنچ کر جوتے اتار لیتے تھے چھ میل ننگے پیر طے کرتے تھے اور وہاں پہنچ کر عشاء کی نماز کے بعد مزار شریف میں داخل ہوتے پوری رات مزار پر گزارتے تھے اس میں ریاضتیں، مجاہدہ اور استفاضہ وحصول فیض کرتے اور فجر کی نماز کے لئے وہاں سے نکلتے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جس قدر بھی ہندوستان میں اکابرین اولیاء کرام رحمہم اللہ کے مزارات ہیں وہاں سفر کرکے ان کے مزارات پر حاضر ہوئے، حضرت شاہ محب رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آباد میں ہیں تو وہاں گئے اسی طرح کلیر شریف میں حضرت اقدس صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے اور اجمیر شریف میں سلطان اولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے۔

حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی ان تمام مزارات پر حاضری دی اور جب بھی موقع ملتا تھا حاضر ہوتے رہتے تھے، ایک بار حضرت قاری صاحب اجمیر شریف میں حاضر ہوئے اور کسی کو اطلاع نہیں دی اور یہ خیال تھا کہ ایصال ثواب کرکے بس دو گھنٹوں کے بعد واپس ہوجاؤں گا جمعہ کا دن تھا جب حضرت وہاں پہنچے اور مزار پر حاضر ہوئے دو اڑھائی گھنٹے وہاں قیام کیا اس کے بعد مزار سے باہر نکلے تو تقریباً جمعہ کی اذان میں ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا تو حضرت قاری صاحب نے ارادہ کیا کہ نماز جمعہ پڑھ کر اسٹیشن چلا جاؤں گا۔ گاڑی رات کو آٹھ بجے جاتی تھی اس وجہ سے ارادہ تھا چونکہ یہاں کسی سے خاص کوئی تعارف بھی نہیں تھا لیکن جب جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے حضرت قاری صاحب گئے تو بعض لوگوں نے حضرت قاری صاحب کو کچھ غور سے دیکھنا شروع کیا حضرت قاری صاحب سمجھے کہ شاید کسی نے پہچان لیا ہے نماز جمعہ کے بعد ایک جماعت نے آکر حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر لیا اور اس میں جناب دیوان صاحب آگے آگے تھے جو وہاں کے سجادہ نشین ہیں انہوں نے فرمایا کہ:

> "اپنوں سے یہ اجنبیت کیوں؟ کہ نہ کوئی اطلاع ہے نہ خبر ہے اور چپکے چپکے آنا اور آکر چلے جانا۔ آخر ہم لوگوں سے یہ اجنبیت کیوں برتی گئی؟"۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں نیاز مندانہ اور خادمانہ حاضر ہوا تھا اور خادم اعلان کرکے نہیں آیا کرتے، نیاز مند اطلاعیں دے کر نہیں آتے، حاضر ہونا ان کا فرض ہے۔ تو میں اطلاع دے کر کیسے آپ حضرات کو تکلیف دیتا۔ نیاز مندانہ حاضر ہوا ہوں، ہزاروں یہاں خادم آتے ہیں ایک خادم اور آگیا اس میں اطلاع کی ضرورت نہیں تھی، بہرحال انہوں نے اصرار کرکے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اجمیر شریف میں ٹھہرا دیا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رات کو واپس جانا تھا

ریزرویشن بھی ہوا، ہوا تھا اس لئے سب کو منسوخ کروایا جب کہ حضرت کو دہلی لازمی پہنچنا تھا وہاں جلسہ کا پروگرام تھا تو انہوں نے فون اخبار کر حضرت اقدس مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی کہ آپ چاہے جلسہ کریں نہ کریں مگر ہم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت نہیں آنے دیں گے چنانچہ انہوں نے روک لیا۔

پھر وہاں خانقاہ میں تقریر کا اعلان کیا چنانچہ سلطان اولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل پر کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تقریر بھی کی۔

بہرحال یہ اتنا بڑا الزام اور انتہائی غلط بیانی اور افتراء پردازی ہے اور یہ کہنا کہ اکابرین علماء دیوبند حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اگر نہ مانتے تو ان کے سلسلے میں کیوں داخل ہوتے؟ بیعت وارشاد کا سلسلہ کیوں قائم کرتے؟ اگر مزارات اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہ کی حاضری پر جانے کو ناجائز سمجھتے تو خود کیے یہ دیگر مزارات کے لئے کیوں پیدل جاتے؟ بلکہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کی ان لوگوں سے ہمیشہ علمی دلائل سے جنگ رہی ہے اور حدیث کی رو سے جنگ ہے جو مزاروں اور قبروں پر جانے سے روکتے ہیں۔

حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا﴾

"میں نے (پہلے تو) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا مگر (اب) تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو اجازت ہے"۔

(مسلم شریف کتاب الجنائز)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الآخرۃ﴾

"پس تم (لوگ) قبروں کی زیارت کرو کیونکہ قبروں کی زیارت کرنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے اور آخرت کی فکر تازہ ہوتی ہے"۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کے دو مقصد بیان فرمائے ہیں۔

مقصد اول: دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت پیدا کرنا۔

مقصد دوم: اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت کرنا فاتحہ پڑھنا۔

گویا ممانعت منسوخ ہوگئی اور اجازت ثابت ہوگئی غرض اول تو اس حدیث کی رو سے حق ہے اور ہر مسلمان کو ضرورت ہے کہ قبور پر جائے اور آخرت کی یاد تازہ کرے زائر کے لئے نصیحت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں (ابتداء اسلام میں لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ابھی بت پرستی اور شرک کی تاریکیوں کو چھوڑ کر آئے تھے اور قبریں بت پرستی کا ہمیشہ سے ذریعہ بنتی رہی ہیں) قبروں پر زیارت کے لئے جانے سے منع فرمادیا تھا تاکہ لوگوں کو بت پرستی اور شرک سے نفرت ہوجائے کیونکہ زمانہ جاہلیت قریب تھا اس لئے یہ اندیشہ قوی تھا کہ شاید لوگ قبروں پر جاکر کفروشرک کی باتیں نہ کرنے لگیں بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا لیکن جب اسلام اور توحید نے دلوں میں رسوخ حاصل کرلیا ہے تو پھر آپ نے یہ قدم اٹھایا اور زیارت قبور کی اجازت دیدی۔ لہٰذا اب جمہور اکابرین اہلسنّت والجماعت سلف وخلف رحمہم اللہ کے نزدیک قبروں کی زیارت کرنا عمل مستحب ہے اور اس کا صحیح طریقہ بھی سمجھا دیا اور ساتھ ہی ساتھ تنبیہ کردی گئی کہ وہاں جانے کے بعد کوئی بری بات زبان سے نہ نکالیں کوئی غیر شرعی کام نہ کریں مثلاً رونا پیٹنا، چومنا چاٹنا اور آہ وبکا وغیرہ ان سب چیزوں سے روک دیا، اب قبرستان جاؤ کمزور

ویرانی خستہ اور کچی قبریں دیکھو اور اپنا مرنا یاد کرو اور کہو کہ مجھے بھی ایک دن مرکر یہاں آنا ہے یہ ہی میرا ٹھکانا ہے۔ اس اندھیرے گھر میں روشنی میرے ایمان اور عمل سے ہوگی دنیا میں مجھے نیک کام کرنے چاہئیں، دنیا سے دل لگاکر آخرت کو نہیں بھولنا چاہئے۔ میرا سرمایہ میری دولت، میرا ایمان اور عمل صالح ہے پھر وہ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچو ہر کام میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تلاش کرکے پورا کرو اس طرح تمہاری یہ دنیاوی زندگی بھی "ایک مسلمان" کی زندگی ہوگی۔

الغرض قبروں کی زیارت کے لئے قبرستان جانے سے دل میں نرمی اور رقت پیدا ہوتی ہے موت یاد آتی ہے اور دل ودماغ اس عقیدہ پر پختہ ہوتے ہیں کہ دنیا فانی ہے اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں پھر سب سے بہتر فائدہ یہ بھی ہے کہ قبروں کی زیارت پر جانے سے اموات المسلمین کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا، استغفار اور تلاوت قرآن کریم کے ذریعے ایصال ثواب کا موقع بھی ملتا ہے جو سُنّت ہے۔

اوپر کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ مزارات اولیاء کرام رحمہم اللہ پر جانے سے منع کرتے ہیں۔ جبکہ یہ غلط ہے جیسا کہ تحریر کیا گیا، لیکن اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ جن چیزوں سے منع کرتے ہیں وہ چیزیں شریعت اسلامیہ میں بھی منع وحرام ہے اس بات کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات اولیائے کرام رحمہم اللہ کی قبروں اور مزارات پر عرس کے نام پر میلہ لگانا، مزارات پر سجدے کرنا مزارات کا طواف کرنا، عورتوں کا مزارات پر بے پردہ جانا اور مردوں اور عورتوں کا مخلوط ہونا، مزارات پر مزامیر، ڈھول وغیرہ کے ذریعے قوالی کرنا، عورتوں کا گانا اور فلمی انداز پر عوام کو مسحور کرنا وغیرہ اس سے اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ منع کرتے ہیں بلکہ حرام کہتے ہیں اور مخالفین کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اکابرین علماء بریلوی میں سے حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سے کسی نے سوالات کئے تو حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے یہ جوابات دیئے، ان کو ہم یہاں تحریر کرتے ہیں۔

سوال: بوسہ دینا قبر اولیاء کرام رحمہم اللہ اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شریعت اسلامیہ موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت اسلامیہ میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں حضرات علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہ ہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے۔ (احکام شریعت صفحہ ۲۵۴)

سوال: آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا۔ بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں وہاں چلا گیا۔ وہاں جاکر دیکھتا کیا ہوں کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہورہی ہے ایک ڈھول اور دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال حضرت پیران پیر دستگیر رحمہ اللہ کی شان میں اشعار گارہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت اسلامیہ میں قطعی حرام ہیں، کیا اس فعل سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گناہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

جواب: ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں پر اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر پورا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر

اپنا گناہ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔

(احکام شریعت صفحہ ۸۱)

سوال: کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

جواب: یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل لوگوں نے بہت اختراع کرلیا ہے ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے، حضرت سید ابراہیم امیرجی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیروں کے سلسلے میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے، ایک مجلس صالحین میں سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلیں، حضرت سید ابراہیم امیرجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تم جاننے والے ہو مواجہ اقدس پر حاضر ہو اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں۔ "ایں بدبختاں وقت مارا پریشان کردہ اند"۔

وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں فرمایا آپ نے دیکھا؟ (ملفوظات حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ جلد اول صفحہ ۹۰)

پیر طریقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمہ اللہ کے فرمودات عالیہ بھی پیش خدمت کر رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ: ان تمام شرعی تصریحات کے باوجود اگر کوئی شخص کسی منسوخ حدیث یا کسی شاذ روایت سے اعتبار غنا کو جائز ہونے کے دلائل پیش کرنے لگے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ کسی بھی زمانے میں کسی بھی فقیر (ولی) نے غنا کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص اور پاکوبی کو جائز مانا بھی جو شخص قوال یا کسی دوسرے شخص سے غنا سنے یا کسی حرام فعل کو دیکھ کر اس کو پسند کرے خواہ عقیدۃً یا بلا اعتقاد ایسا شخص

اسی وقت مرتد ہوگیا کیونکہ اس نے حکم شریعت کو باطل گردانا اور جو شخص حکم شریعت کو باطل گردانے وہ کسی بھی مجتہد کے نزدیک مؤمن نہیں اللہ تعالیٰ اس کی کسی اطاعت کو قبول نہیں کرے گا اور اس کی تمام نیکیوں کو برباد کردے گا۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول صفحہ ۳۳۵)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گانے کو مکروہ جانتے تھے اور گانے کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ سماع وغنا سننے سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے اور جو اس سے سرور اٹھائے اور خوش ہو وہ کافر ہوجاتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں ایسی سماع وغنا کی محفل ہو تو آدمی پر فرض ہے کہ بغیر اجازت آدمی داخل ہوجائے اور ان کی محفل کو توڑ دے اس لئے کہ یہ محفل خلاف شریعت ہے اور اس کا ختم کرنا فرض ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ گانے اور گانا سننے کو منع فرماتے ہیں کہ یہ فعل فاسقوں کا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے زندیقوں یعنی بے دینوں نے نکالا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گانا دل میں نفاق کو اگاتا ہے میں اس کو حرام جانتا ہوں اور باجوں گاجوں کو نبی کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم توڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی، در مختار، ہدایہ، عالمگیری)

چاروں مذہبوں و مسلکوں اور علماء و صلحاء کے نزدیک یہ فعل مذموم اور حرام ہے جیسے حضرات اکابرین علماء دیوبند اور علماء بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک مذموم اور حرام ہے۔

مزارات اولیاء کرامؒ اور زیارت قبور کے لئے سفر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد مسجد الحرام ومسجد اقصی ومسجدی﴾ (بخاری شریف)

"سفر جائز نہیں ہے مگر تین مساجد کی طرف ایک مسجد حرام یعنی بیت اللہ شریف، ایک مسجد اقصیٰ یعنی شام میں بیت المقدس اور ایک میری مسجد یعنی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وبارک وسلم"۔

اس سے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ پیدا کیا کہ قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے اور بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک روضہ اقدس کی زیارت کے لئے مستقل سفر کرنا اس حدیث کی وجہ سے ناجائز ہے۔

اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا زیارت قبور، طلب علم اور جہاد وتجارت کے اسفار سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ جمہور اہلسنت والجماعت سلف وخلف رحمہم اللہ زیارت قبور اور قبر مبارک روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو اقرب قربات فرماتے ہیں اور اس پر اجماع قولی وفعلی ہے۔

(المہند علی المفند، فتح القدیر، فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۵۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿کان یاتی قبور الشھداء باحد علی راس کل حول﴾

اسے نقل کر کے حضرت علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿استفید منه ندب الزیارة وان بعد محلها﴾

(ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۰۴)

"لاتتخذوا قبری عیدا" اس حدیث کا مقصد سفر زیارت سے روکنا ہرگز نہیں بلکہ ان سب مفاسد وبرائیوں سے روکنا ہے جو پہلے لوگ یہود ونصاریٰ وغیرہ کرتے

تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا قبور انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر مشاھد کو قربان گاہ، عبادت گاہ یا بتوں کے استھان جیسا بنا لیتے تھے، لہٰذا اگر ایسے مفاسد وبدعات ہونے کی وجہ سے مطلق زیارت قبور کو چھوڑنا مناسب نہیں بلکہ ان بدعات ومنکرات سے بچنے کی جتنی زیادہ فکر ممکن ہو اختیار کی جائے گی اس کے علاوہ ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اس لئے اباحت اصلیہ کا مقتضیٰ بھی یہ ہی ہے کہ اس میں کچھ حرج نہ ہو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ تین مساجد کے علاوہ تمام مسجدیں چونکہ فضیلت میں برابر ہیں اس لئے وہاں ممانعت کی وجہ واضح ہے کہ سفر کرنے سے کوئی نئی فضیلت ایسی حاصل نہ ہوگی جو اپنے شہر میں حاصل نہ ہو سکے، لیکن حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ کے مراتب مختلف ہیں اور مختلف لوگوں کو مختلف حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ کی قبور سے مناسبت ہوتی ہے اس لئے ان کے لئے سفر کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے"۔

حضرات اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قبروں کو مقصد بنا کر سفر نہ کرو اس لئے کہ اس میں مسجد کی قید ہے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرنا جائز نہیں اگر ہو سکتا تو ان مسجدوں کی طرف ہو سکتا ہے یہاں "مستثنی منه" کے عام معنی نکالنے کی صورت میں بہت سے اشکالات پیش آئیں گے، کیونکہ اس سے ہر قسم کے اسفار منع ہو جائیں گے، مثلاً سفر برائے طلب علم وتجارت وزیارت اخوان حالانکہ یہ بات غلط ہے اس لئے "مستثنی منه" کے عام معنی نہیں نکالے جا سکتے، بلکہ کسی خاص بات کو نکالا جائے گا، جو اس مقام کے مناسب ہو اور "لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد" میں مسجد کی قید ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ثواب ہر مسجد میں برابر ہے جب واضح طور پر

مسجد کی قید کا ذکر موجود ہے تو "مستثنی منه" کے عام معنی نکالنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہاں سفربرائے مسجد سے تعرض کیا گیا ہے دوسرے اسفار کے ساتھ "لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد" کا کوئی تعلق نہیں، لہذا مخالفین کا انکار کرنا صحیح نہیں۔

حضرات اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی حج کو جائے وہ قبر مبارک روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصود بنا کر مدینہ طیبہ حاضر ہو مسجد نبوی کی حاضری تو جداگانہ عبادت وطاعت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے سفر کرے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿من زار قبری وجبت له شفاعتی﴾

"جس نے میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس کے حق میں واجب ہوگئی"۔ (فتح الملہم جلد۳، اعلاء السنن جلد۱۰ صفحہ۳۳۱)

بعض روایات میں ہے کہ:

﴿من حج ولم یزرنی فقد جفانی﴾

"جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے میرے اوپر ظلم کیا"۔ (اعلاء السنن جلد۱۰ صفحہ۳۲۹)

امام دارالہجرت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنا مسجد الحرام میں نماز پڑھنے سے اس لئے افضل ہے کہ مدینہ طیبہ کی زمین کے اندر افضل البقاع وہ حصہ ہے جس کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر ملا ہوا ہے، یعنی روضہ اقدس قبر مبارک صلی اللہ علیہ وسلم افضل البقاع ہے اس کے بعد کعبہ

اللہ ہے اس کے بعد مسجد الحرام ہے"۔

حضرات اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر جس حصہ زمین سے ملا ہوا ہے وہ جنت سے بھی افضل ہے، عرش کرسی سے بھی افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش ہے مگر اس پر اللہ تعالیٰ جالس نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے اس لئے روضہ اقدس قبر مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر اور افضل ہے"۔ (معارف السنن علامہ بنوریؒ)

حضرت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام زمانوں میں تباین دار یعنی فرق واختلاف مذاہب کے باوجود ساری دنیا کے حج کرنے والے مسلمان مدینہ طیبہ مشرفہ کا قصد زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کرتے آئے اور اس کو افضل الاعمال سمجھتے رہے ہیں اور ان کے اس عمل پر کسی کا بھی انکار واعتراض نقل نہیں ہوا لہذا اس پر اجماع امت ثابت ہوگیا۔

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب مبارک میں زیارت قبر مبارک روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی زیادہ اہمیت تھی، جب بیت المقدس (شام) تشریف لے گئے تو حضرت سیدنا کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ان کو ترغیب دی کہ میرے ساتھ مدینہ طیبہ چل کر قبر مبارک روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرو کیا یہ اتنا بڑا سفر بھی سفر نہ تھا اور کیا حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدانخواستہ ایک ناجائز کام کی ترغیب دے رہے تھے؟ مخالفین کو سوچنا چاہئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور یہ کہنا کہ یہ احادیث و روایات ضعیف ہیں، احادیث کثیرہ باوجود ضعف رواۃ بھی ایک دوسرے کو قوی کرتی ہیں، خصوصاً جب کہ

بعض احادیث وہ بھی موجود ہیں جو تنہا بھی لائق استدلال ہیں اور "لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد" والی حدیث میں قصر اضافی ہے، یعنی باعتبار مساجد کے جیسا جمہور اکابرین اہلسنّت والجماعت سلف وخلف رحمہم اللہ کا کہنا ہے کیونکہ پوری امت کا اجماع تجارت اور دیگر مقاصد دنیاوی کے لئے جواز سفر پر ہے اور وقوف عرفہ، قیام منیٰ اور مزدلفہ کے لئے تو سفر واجب وفرض ہے، جہاد وہجرت کے لئے بھی سفر فرض ہے طلب علم کے لئے بھی سفر مستحب ہے، تو پھر زیارت قبر مبارک روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم جواز کا حکم کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

عورتوں کا قبرستان جانا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿لعن زوارات القبور﴾

"لعنت کی گئی عورتوں کو جو قبروں کی زیارت کو جائیں"۔

(ترمذی شریف، ابواب الجنائز)

جہاں اس حدیث کا تعلق ہے سو وہ بظاہر اس وقت سے متعلق ہے جب زیارت قبور مطلقاً ناجائز تھی جیسا کہ اس ممانعت اور پھر اس کے منسوخ ہونے کا علم حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے ہے، "کنت نہیتکم عن زیارة القبور فزوروھا" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب زیارت کیا کرو"۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۱۴)

بعض روایات میں یوں ہے کہ:

﴿نہیتکم عن زیارة القبور فزوروھا فان فی زیارتھا تذکرة﴾

"میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب زیارت کرو اس لئے کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے"۔

(سنن ابوداؤد شریف۔ باب زیارة القبور)

بعض روایات میں یوں ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

﴿قد کنت نہیتکم عن زیارة القبور فقد اذن لمحمد فی زیارة قبر امه فزوروھا فانھا تذکر الاخرة﴾

"میں تم کو منع کر چکا تھا قبروں کی زیارت کرنے سے تو اب اجازت ہوئی تمہارے رسول، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ، کی قبر کی زیارت کی سو تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کیا کرو یہ آخرت کو یاد دلاتی ہے"۔

(ترمذی شریف، ابوب الجنائز)

ان احادیث سے زیارت قبور کی ممانعت منسوخ ہو گئی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ نسخ اور "زوروا" کا حکم مرد وعورت دونوں ہی کے لئے ہے کیونکہ قرآن کریم واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بکثرت احکام بیان کرتے ہوئے صیغہ مذکر سے خطاب کیا گیا ہے جب کہ باتفاق ان احکام میں عورتیں بھی برابر کی شریک ہیں۔

عورتوں کی زیارت قبور کے بارے میں امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو قسم کی روایتیں ثابت ہیں ایک کراہت تحریمی کی اور دوسری جواز کی ان دونوں روایتوں میں صحیح تطبیق یہ ہے کہ عورتوں سے اگر قبروں پر جزع وفزع یعنی رونا پیٹنا، گریہ وزاری کرنے کا اندیشہ ہو یا بے پردگی کا خوف ہو تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی غالباً کوئی حدیث اس طرح کی نہیں ملی جو

ان کی شرائط کے مطابق ہو اسی لئے وہ ایسی حدیث بخاری شریف میں لائے جس سے جواز ہی نکلتا ہے حالانکہ اس بارے میں صاف اور واضح احادیث موجود تھیں لیکن یہاں پر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہے۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے ارشاد فرمایا:

﴿ بامراۃ تبکی عند قبر فقال اتقی اللّٰہ واصبری قالت الیک عنی فانک لم تصب بمصیبتی ولم تعرفہ فقیل لھا انہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاتت باب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم تجد عندہ بوابین فقالت لم اعرفک فقال انما الصبر عند الصدمۃ الاولی ﴾

"عورت قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو وہ عورت بولی جاؤ یہ مصیبت اگر تم پر پڑی ہوتی تو، معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی پھر جب اسے بتایا گیا کہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچی وہاں اسے کوئی دربان بھی نہ ملا پھر اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں پہچان نہ سکی تھی تو اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کی قیمت تو صدمے کے شروع میں معلوم ہوتی ہے"۔

(بخاری شریف، کتاب الجنائز)

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا

قبر پر جا کر کیا کہوں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ قولی السلام علی اھل الدیار ﴾

"کہو سلام ہے گھر والوں پر"۔ (مسلم شریف، کتاب الجنائز)

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں "ترمذی شریف" میں ہے کہ:

﴿ فلما قدمت عائشۃ قبر عبد الرحمن بن ابی بکر ﴾

"وہ اپنے بھائی حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے قبر پر گئیں"۔ (ترمذی شریف، کتاب الجنائز)

حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کا جواز نکلتا ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت اور مرد دونوں کو اجازت میں داخل فرمایا تھا عام اجازت خاص ممانعت کی معارض نہیں ہو سکتی ممانعت ان عورتوں کے لئے ہے جو زیارت کے وقت رونا پیٹنا، چیخنا چلانا وغیرہ کریں اور اجازت ان عورتوں کے لئے ہے جو خلاف شریعت کوئی کام نہ کریں"۔

(مستدرک حاکم)

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لعنت خاص ہے ان عورتوں پر جو بہت زیارت قبور کے لئے جایا کرتی ہیں، جس سے مرد کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے تین قول ہیں۔

اوّل: یہ اجازت صرف مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے ممانعت باقی ہے اس لئے عورتوں کو قبروں کی زیارت مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے۔

دوم: یہ اجازت عورتوں کو منع ہے کیونکہ عورتوں میں علم کی کمی ہوتی ہے اور یہ رونا پیٹنا، چیخنا چلانا بھی زیادہ کرتی ہیں اس لئے مکروہ تنزیہی ہے اور یہ ہی جمہور اکابرین اہلسنّت والجماعت کا مسلک ہے۔

سوم: عورتوں کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ وہ کسی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو گھر سے باہر کے کاموں سے فارغ رکھا ہے جیسے جوان عورتوں کا مسجد میں نماز کے لئے جانا بوجہ فتنہ وفساد کے منع ہے، مردوں کی طرح عورتوں پر نماز باجماعت ضروری نہیں ہے، اسی طرح زیارت قبور کے لئے ان کا قبرستان جانا بھی مناسب اور بہتر نہیں ہے اور وہ بوڑھی عورتیں جن پر پردہ کرنا واجب نہیں ہے تو جیسے ان کا مسجد میں جانا جائز ہے اسی طرح ان کے لئے زیارت قبور جائز ہے۔

بعض فقہاء کرام رحمہم اللہ نے چند شرائط کے ساتھ عام عورتوں کو بھی اجازت دی ہے اور وہ احادیث جس میں ممانعت آئی ہے وہ احادیث اجازت ہونے سے پہلے وارد ہوئی تھیں اور بعد اجازت تو عموم اجازت میں سب عورتیں داخل ہوگئیں وہ شرائط قارئین کرام ملاحظہ کیجئے۔

1. مکمل پردے کے ساتھ جائیں۔
2. قبر پر جزع اور فزع یعنی رونا پیٹنا وغیرہ نہ کریں۔
3. کسی بدعت کا ارتکاب نہ کریں طواف کرنا، سجدہ کرنا، چومنا چاٹنا وغیرہ۔
4. تنہا نہ جائیں۔

لیکن عورتیں چونکہ ان شرائط کا تحفظ نہیں کرتیں اس لئے عورتوں کو روکنا ہی مناسب ہے۔ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

قبر پر اذان دینا

واضح رہے کہ اذان ایک خاص عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ اس کے لئے شریعت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے اندر مخصوص مواقع ذکر کئے گئے ہیں۔ ان مواقع سے تجاوز کرنا حدود اللہ سے تعدی اور معصیت ہے۔ اگر اسلام میں ترامیم کرنا جائز ہوتیں تو سب سے پہلے عیدین، کسوف و خسوف استسقاء اور نماز جنازہ کے لئے بھی اذان و اقامت تجویز کرنا درست ہوتا۔ اور اس کے لئے "اذان علی القبر" سے بہت زیادہ اور بہت ہی اچھے وجوہ اور دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

حضرت امام غرناطی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ومن ذلک الاذان والاقامة فی العیدین قد نقل ابن عبد البر اتفاق العلماء علی ان لا اذان ولا اقامة فیھا﴾

"اور اسی قبیل سے اذان و اقامت عیدین وغیرہ میں حضرت امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر تمام حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع نقل کیا ہے کہ عیدین وغیرہ میں اذان ہے نہ اقامت۔" (الاعتصام جلد دوم صفحہ ۴۰)

اس لئے معلوم ہوا "اذان علی القبر" ایک بڑی بدعت ہے جو "زیادت فی الدین" ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے یہ باتیں تو ثابت ہیں کہ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد میت کو قبر میں دفن کیا جائے اور "بسم اللہ علی سنۃ رسول اللہ" پڑھا جائے اور دفن کے بعد "سورۃ بقرہ" کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا بھی احادیث سے ثابت ہے اور "سورۃ فاتحہ" پڑھنے کا ذکر بھی ثابت ہے اسی طرح بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوچکے اور قبر درست کردی گئی تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم دیر تک ان کی قبر پر کھڑے رہے اور ایصال ثواب کے لئے "سبحان اللہ، سبحان اللہ" پڑھتے رہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ساتھ پڑھتے رہے اور "الحمد اللہ، اللہ اکبر، اللہ اکبر" بھی پڑھتے رہے۔ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح استغفار اور تثبت کا سوال بھی کیا اور یہ سب امور صحیح اور ثابت ہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ قبر پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے مغفرت بھی کی ہے اور اس کا حکم بھی فرمایا ہے۔ لیکن "قبر پر اذان" دینے کا ثبوت نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور نہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ سے کون شخص ہے جو انکار کرسکتا ہے کہ اس وقت قبریں نہیں ہوتی تھیں بلکہ اس وقت بھی ہوتی تھیں، لوگوں کا انتقال بھی ہوتا تھا، مردوں کو دفن بھی کیا جاتا تھا اور اس وقت اذان بھی تھی، اور اذان دینے والے بھی موجود ہوتے تھے، آخر پھر کیا وجہ تھی کہ اس وقت "اذان علی القبر" سُنّت اور جائز نہیں ہوئی پھر اس پر جھوٹ کے بھرے ہوئے رسالے بھی لکھے جانے لگے اور طرح طرح کے حیلے تراش تراش کر اس کو سُنّت ثابت کرنے کی کوشش کی جانے لگی اور جو دلائل پیش کئے گئے وہ حسب ذیل ہیں:

1. اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔
2. اذان دینے سے دل کی وحشت دور ہوتی ہے۔
3. اذان دینے کی برکت سے غم دور ہوتا ہے۔
4. اذان دینے کی برکت سے لگی ہوئی آگ بجھتی ہے۔
5. اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اذان میں موجود ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام! ان دلائل میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس سے قبر کے اوپر

اذان کا مسئلہ ثابت ہو، ان دلائل میں کہیں اذان کی فضیلت کا ذکر ہے۔ اور کسی میں دعا اور ذکر کی فضیلت کا تذکرہ ہے کسی میں قبر کے اندر میت کے لئے تثبت کا سوال ہے۔ اور کسی میں اس کے لئے تخفیف عذاب کا بیان ہے۔ اور کسی میں ایصال ثواب کے لئے "سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر اور لاالٰہ الا اللہ" وغیرہ کا ذکر کرنا ثابت ہے۔ کسی میں "استعاذہ من الشیطان" کی دعا کا ذکر ہے۔ اور کسی میں تلقین کا۔ کسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لینے کی برکت سے عذاب کے ٹل جانے کا بیان ہے اور کسی میں شیطان کے بھاگ جانے کا بیان ہے۔ یہ تمام مسائل و دلائل اپنے مقام پر صحیح اور برحق ہیں اور ان کا حضرات اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ تو کیا کوئی بھی مسلمان اس کا منکر نہیں ہوسکتا۔ مگر اعتراض تو صرف اس پر یہ ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے "قبر پر اذان" دی ہے یا نہیں؟ اگر اس کا ثبوت ہوتا تو یہ حضرات ضرور پیش کرتے لیکن پھر بھی عجیب ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا جاتا ہے کہ کسی حدیث سے "لاالٰہ الا اللہ" کا جملہ لیا اور کسی سے "درود شریف" کی فضیلت اخذ کی اور کسی حدیث سے اذان کے فضائل لیتے ہوئے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پیش کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿اذا اذن المؤذن ادبر الشیطن و له حصاص﴾

"جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔"

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"شیطان اذان سن کر چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے۔"

(مسلم شریف)

لہٰذا ان حضرات کا یہ کہنا کہ ہم مردے کو قبر میں دفنانے کے بعد جب مردے کے پاس سوال کرنے حضرات منکرین علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوتے ہیں مردے کے جواب کے وقت شیطان وہاں بھی دخل انداز ہوتا ہے۔ اور جواب دیتے وقت بہکاتا ہے اس لئے ہم اذان دے کر شیطان کو بھگاتے ہیں۔

قارئین کرام! اس حدیث مبارکہ سے شیطان کے بھاگنے کی بات لے لی اور ان تمام احادیث مبارکہ کو جوڑ کر "اذان علی القبر" ثابت کردی اور اس کا نام مناظرہ اور دلائل رکھ دیا جب کہ نہ یہ مناظرہ ہے نہ ہی دلائل اگر ایسے ہی دلائل سے "قبر پر اذان" دینا ثابت کرنا ہے تو پھر تو شریعت محمدیہ علی صاحبہا التحیہ والسلام میں اس قسم کے استدلال واجتہاد سے کیا کچھ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

○ حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم العالی فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص یہ اجتہاد کرے کہ حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذان سنتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے۔ چونکہ مردے کے پاس سے شیطان کو بھگانا ضروری ہے اس لئے دفن کے بعد قبر پر اذان کہی جائے تو یہ اجتہاد بالکل انکل پچو سمجھا جائے گا کیونکہ اول تو شیطان کا اغوا مرنے سے پہلے تھا۔ جو مرگیا اب شیطان کو اس سے کیا کام؟ دوسرے اگر یہ مصلحت صحیح ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام و تابعین وغیرہم کی سمجھ میں آسکتی تھی، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ و تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ سے "قبر پر اذان" کہنا ثابت نہیں، اسی بنا پر حضرات فقہاء اہلسنّت والجماعت رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کو "بدعت" کہا ہے۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم جلد اول صفحہ ۹۳)

قارئین کرام! کیا حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ "اذان علی القبر" کو سنت

کہتے ہیں؟ اگر ہم اور آپ سنی، حنفی اہلسنّت والجماعت سے وابستہ ہیں تو پھر حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے "اذان علی القبر" کا سُنّت ہونا ثابت کر کے دکھانا ہوگا لیکن احقر اپنے قارئین کی خدمت میں سچ عرض کررہا ہے واللہ ایسا ثابت کرنا چاہیں تو کبھی ثابت نہیں کرسکتے کیوں کہ حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تو "اذان علی القبر" کو مکروہ و بدعت فرمایا ہے۔

○ شیخ الاسلام حضرت امام ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وفي الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارۃ الی انہ لا سن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو معتاد الان وقد صرح ابن حجر المکی شافعی رحمہ اللہ تعالی فی فتاواہ بانہ بدعۃ﴾

"اور (زیارت کے وقت دعا پر) اقتصار کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا، جیسا کہ آج کل عادت ہوگئی ہے۔ مسنون (یعنی سنت) نہیں ہے۔ اور حضرت امام حافظ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے کہ "قبر پر اذان" دینا بدعت ہے۔" (الفتاویٰ شامی جلد دوم باب الاذان صفحہ ۲۳۵ جلد اول صفحہ ۶۵۹، ۸۳ء)

○ امام اہلسنّت حضرت امام کمال الدین حافظ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ویکرہ عند القبر کل مالم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الا زیارتہا، والدعاء عندہا قائماً کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی بقیع ویقول

﴿السلام علیکم دار القوم مؤمنین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون اسأل اللّٰہ لی ولکم العافیۃ﴾

"اور قبر کے پاس ہر وہ چیز مکروہ ہے جو سُنّت سے ثابت نہ ہو اور "ثابت من السنۃ" صرف قبروں کی زیارت ہے۔ اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "جنت البقیع" میں جا کر کیا کرتے تھے کہ "سلامتی ہو تم پر اے مومنوں کی بستی میں رہنے والوں اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتا ہوں۔"

(فتح القدیر جلد دوم صفحہ ۲۲۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۶/۱۰۷)

◎ حضرت علامہ محمود بلخی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿لیس بشیء﴾

"یعنی یہ اذان کوئی چیز نہیں ہے۔" (شیخ شرح تنقیح محمود البلخی)

◎ حضرت امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿بانہ بدعۃ وقال من ظن انہ سنۃ فلم یصب﴾

"یہ بدعت ہے اور اس کو سُنّت سمجھنا درست نہیں۔"

(بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۹۲)

◎ حضرات اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"قبر پر اذان کہنا خلاف سُنّت اور بدعت سیئہ ہے جیسا کہ تصریحات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے۔"

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۵ صفحہ ۳۸۲)

حضرت امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ "قبر پر اذان" دینا بدعت ہے، پھر اس پر یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ انہوں نے منع نہیں کیا؟ اور یہ کہنا کہ وہ تو شافعی مسلک سے ہیں، اور ہم حنفی مسلک سے اس لئے ہمیں حنفیوں کے مسائل پر عمل کرنا چاہئے۔ شیخ الاسلام حضرت امام ابن عابدین شامی حنفی اور امام اہلسنّت حضرت امام کمال الدین حافظ ابن ہمام رحمہما اللہ کیا حنفی مسلک نہیں ہیں؟ یقیناً وہ حنفیوں کے جلیل القدر عالم ہیں اور وہ بھی "قبر پر اذان" دینے کے بارے میں حضرت امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ آخر وہ کون سے بعض حنفی فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں جو "قبر پر اذان" دینے کو سُنّت و مستحب کہتے ہیں؟

الغرض ایک سمجھ دار شخص کے لئے یہ حوالہ جات بالکل کافی ہیں البتہ نہ سمجھنا ہو جس شخص کو تو اس کا علاج کسی کے پاس نہیں، لہٰذا یہاں اس بات کو بھی واضح کر دینا چاہئے کہ یہ کہنا کہ "اذان خود دعا بلکہ بہترین دعا میں سے ہے اور اذان ذکر الٰہی ہے اور ہر ذکر الٰہی دعا ہے تو وہ بھی سُنّت ثانیہ کی ایک قسم ہوئی"۔

◎ حضرت امام شاطبی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ھو فی العرف غیر الدعاء﴾

"ذکر عرف میں دعا کے علاوہ ہے۔" (الاعتصام صفحہ ۲۸۸)

اگرچہ بعض اعتبار سے ذکر اور دعا ایک ہی چیز ہے، لیکن عرف میں یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، دعا کرنے میں طلب اور سوال پیدا ہوتا ہے اور ذکر اس سے خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "جنت البقیع" والوں کے جو دعا کی تھی اس میں عافیت کا سوال تھا اور یہ ہی سُنّت سے ثابت ہے۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اذان دعا ہے۔

اور یہ بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر "سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر اور لاالٰہ الااللہ" وغیرہ کے کلمات مبارکہ بطور ذکر کے پڑھے تھے اور قبر سے تنگی بھی دور ہوگئی تھی مگر پھر بھی اس سے "قبر پر اذان" دینے کا ثبوت ثابت نہیں ہوتا اگر ثابت ہوتا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وفات پر اذان کیوں نہ دینے کا حکم فرماتے؟ اور آپ کے جانشین حضرت ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اذان کیوں نہ دی؟ حضرات تابعین میں امام اعظم ابوحنیفہ، تبع تابعین میں سے امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم میں سے کسی کو بھی یہ حدیث اور کلمات مبارکہ سمجھ میں کیوں نہ آئے؟ کہ اذان دعا ہے ذکر ہے اور ان کلمات مبارکہ میں "اللہ اکبر، لا الٰہ الااللہ" وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں اور اذان میں بھی چھ بار موجود ہیں لہٰذا ان حضرات نے اس بات سے استدلال کیوں نہ کیا؟

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بدعت اور خلاف سُنّت کاموں سے اتنی بیزاری تھی کہ آج امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی طبقہ، کوئی فرد اس بات کی نظیر پیش نہیں کرسکتا، جیسا کہ اس حدیث میں:

"سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشربن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھائے ہوئے صرف دیکھا تو بددعا فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بشربن مروان کے ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو برباد کردے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔" (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۶۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں اس لئے حضرت سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر کتنی سخت نکیر کی اور بددعا کرنے سے بھی پرہیز نہ کیا۔

قارئین کرام! کیا ہماری گاڑی سُنّت کے ساتھ نہیں چل سکتی؟ کیا ہماری گاڑی کو چلانے کے لئے بدعت کا سہارا لینا ضروری ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت اختیار کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اس لئے اہل بدعت کو سوچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بھی اپنے مبارک ہاتھوں سے مردوں کو دفناتے تھے عذاب قبر اور شیطانی شرارتوں سے بھی واقف تھے، پھر بھی کسی قبر پر اذان نہیں دی کیا وہ حضرات مردوں کے خیر خواہ نہ تھے؟

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واله وصحبه اجمعین

ہم روک رہے ہیں بدعت سے
کوئی آئے ہماری بات سنے
یہ رستہ جنت جاتا ہے
کوئی ہے جو ہمارے ساتھ چلے

وباللہ التوفیق

خاک زیر نعلین شفیق الامت"
عاصی و خاطی محمد جاوید عثمان میمن
۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ